صدقہ فطر میں قائلین نقد کے دلائل کا تجزیہ

اضافہ شدہ نسخہ

صدقہ فطر کے احکام ومسائل

اور قائلین نقد کے چند شبہات کا ازالہ

از قلم

ابو احمد کلیم الدین یوسف

حافظ علیم الدین یوسف

شعبہ نشر واشاعت: مرکز السلف للدعوۃ والارشاد

صدقہ فطر کے احکام ومسائل

اورچند شبہات کاازالہ

از قلم

ابواحمد کلیم الدین یوسف

حافظ علیم الدین یوسف

شعبہ نشر واشاعت: مرکز السلف للدعوۃ والارشاد

صدقۃ الفطر کے بعض مسائل

ابواحمد کلیم الدین یوسف

روزہ دار سے ماہ رمضان میں جو لغو ولایعنی بات، اور بھول چوک ہو جاتی ہے صدقۃ الفطر اس کا کفارہ ہے، اور غرباء ومساکین کی حاجت روائی کا بہترین ذریعہ بھی۔

صدقۃ الفطر کا نکالنا ہر مسلمان مرد وخواتین، بوڑھے، بچے پر فرض ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فَرَضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَةَ الفِطْرِ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، عَلَى الصَّغِيرِ وَالكَبِيرِ، وَالحُرِّ وَالمَمْلُوكِ".[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے، چھوٹے، آزاد اور غلام پر جو یا کھجور میں سے ایک صاع صدقہ الفطر ادا کرنا فرض قرار دیا ہے۔

---

[1] صحيح بخارى (١٥١٢)، وصحيح مسلم (٩٨٤).

صدقہ فطر ہر اس شخص پر فرض ہے جس کے پاس ایک دن اور ایک رات کی غذا سے زائد غلہ موجود ہو۔

صدقۃ الفطر کب نکالا جائے؟

صدقہ کے ساتھ فطر جڑا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ عید الفطر کے قریب نکالا جائے، کیوں کہ صدقہ کی اضافت اس کے سبب یعنی فطر کی طرف ہے۔

"....فَمَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاة فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاة فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَات".[1]

ترجمہ: جس نے فطرہ عید کی نماز سے قبل نکالا اس کا فطرہ ادا ہو جائے گا، اور جس نے نماز کے بعد نکالا تو وہ عام صدقہ کہلائے گا۔

---

[1] اس حدیث کو امام ابو داود نے (۱۶۰۹)، اور امام ابن ماجہ نے (۱۸۲۷) روایت کیا ہے، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

یہ فطرہ نکالنے کا آخری وقت ہے، البتہ فطرہ نکالنے کی ابتدا کب کرنی چاہیئے اس سلسلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے چند آثار منقول ہیں، چنانچہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید سے ایک دن یا دو دن قبل نکالتے تھے۔[1]

اس لئے صدقہ فطر نکالنے میں تاخیر سے کام لینا چاہیئے۔

خلاصہ یہ کہ فطرہ نکالنے شروعات عید سے دو دن یا ایک دن قبل کرنی چاہیئے اور عید کی نماز سے قبل تک ادا کردینا چاہیئے، عید کی نماز کے بعد ادا کرنے سے وہ صدقہ فطر نہیں ہوگا جو ماہ رمضان کی لغزشوں کا کفارہ بن سکے، البتہ وہ عام صدقہ میں شمار ہوگا۔

کچھ لوگ اپنا فطرہ نکالنے کیلئے دوسرے شخص کو اپنا وکیل بنادیتے ہیں، یہ جائز ہے، لیکن وکیل کیلئے ضروری ہے کہ فطرہ مقررہ وقت پر ہی نکالے، تاخیر نہ کرے۔

---

[1] صحيح بخاری (١٥١١).

کچھ لوگ مدارس کے سفراء، یا بعض رفاہی کام کرنے والے مراکز کو اپنے فطرہ کی رقم دے کر رسید لے لیتے ہیں، یہ خطرے سے خالی نہیں ہے، کیوں کہ غلہ کا مسکین تک عید کی نماز سے قبل پہنچنا ضروری ہے، چاہے فطرہ نکالنے والا خود پہنچائے یا پھر کسی کو اپنا وکیل بنائے، دونوں صورت میں مسکین تک غلہ عید کی نماز سے قبل پہنچ جانا چاہئے ورنہ وہ صدقہ فطر نہیں ہوگا بلکہ عام صدقہ ہوگا۔

ممکن ہے کہ کچھ لوگ یہ کہیں گے کہ چندہ لینے والے مسکین کے قائم مقام ہوتے ہیں اس لئے اگرانہوں نے قبول کر لیا تو گویا مسکین تک فطرہ پہنچ گیا، لیکن یہ صحیح نہیں، کیوں کہ مسکین تک کھانے کا پہنچنا اہم ہے نہ کہ چندہ وصول کرنے والے تک، اور عام طور پر مدارس میں مساکین طلبہ تک فطرہ عید کے بعد ہی پہنچتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ شریعت نے فطرہ کا وقت بھی مقرر کیا ہے، اوراس کا محتاجوں تک اسی مقررہ مدت میں پہنچنا بھی ضروری قرار دیا ہے، ورنہ شریعت کی نگاہ میں وہ فطرہ نہیں۔

اس کو ایک مثال سے سمجھیں: آپ نے قربانی کیلئے کسی مدرسے والے کو پیسہ دیا کہ وہ آپ کی جانب سے قربانی کردے، اور آپ نے رسید حاصل کرلیا، تو کیا آپ کی قربانی ہوگئی؟

جب تک وہ آپ کی جانب سے قربانی کے ایام میں قربانی نہیں کرے آپ کی قربانی نہیں ہوگی، نیز اگر قربانی کے ایام گذر جانے کے بعد وہ جانور ذبح کرے پھر بھی آپ کی قربانی نہیں ہوگی۔

اسی طرح آپ کا فطرہ اس وقت تک فطرہ نہیں مانا جائے گا جب تک کہ وہ مقررہ وقت میں مساکین تک نہ پہونچ جائے۔

سعودی افتا کمیٹی کا فتوی ہے کہ: "جو بھی جمعیت فطرہ جمع کرنے کا کام کرتی ہے اس کے اوپر واجب ہے کہ اس فطرہ کو اس کے مستحقین تک عید کی نماز سے قبل پہنچادے، تاخیر کرنا بالکل بھی جائز نہیں، اور جمعیت اسی شرط پر فطرہ لے کہ وہ فقراء و مساکین تک عید کی نماز سے قبل اس فطرہ کو پہنچادے گی۔[1]

---

[1] اللجنة الدائمة (٢٧٩/٩).

فطرہ کی مقدار۔

شریعت نے فطرہ کی مقدار ایک صاع رکھی ہے، اور صاع ناپنے کا ایک پیمانہ ہوتا ہے، جس میں مختلف اشیاء کا وزن الگ الگ آتا ہے، علماء نے کیلو کے حساب سے تقریبا اس کی مقدار دو کیلو چھ سو گرام سے تین کیلو تک مقرر کی ہے۔

اس لئے یومیہ خوراک میں سے لگ بھگ تین کیلو گرام نکالنا چاہیئے۔

فطرہ کے حقدار:

اس سلسلے میں علماء کی دو رائے ہیں:

ا۔ اس کے حقدار وہ تمام لوگ ہیں جو زکاۃ کے حقدار ہیں، اور دلیل کے طور پر سورہ توبہ کی آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

ب۔ صدقہ فطر کے حقدار صرف فقراء ومساکین ہیں۔

دلائل کی روشنی میں دوسرا قول زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے کیوں کہ:

ا- صدقۃ الفطر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فقراء ومساکین کیلئے علی وجہ الحصر خاص کیا ہے، چنانچہ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: "وطُعمةً لِلْمَسَاكِينِ"۔ فطرہ مساکین کیلئے غذا کا ذریعہ ہے۔

ب-رہی بات سورہ توبہ کے اس آیت کی جس میں زکوۃ کے مستحقین کا ذکر ہے تو وہ مالی زکاۃ کے متعلق ہے، نہ کہ صدقہ فطر کے متعلق، اور دونوں کے مابین فرق ہے، چنانچہ:

زکوۃ غلہ، زیورات، نقدی اور بعض مویشی میں فرض ہے۔

جبکہ فطرہ صرف قوت البلد (یعنی جن چیزوں پر ملک کی غذا کا انحصار ہو) میں فرض ہے۔

زکاۃ مخصوص مال کی ایک خاص مقدار میں صاحب نصاب پر فرض ہے۔

جبکہ فطرہ بڑے چھوٹے، مرد وعورت، اور آزاد وغلام سب پر برابر فرض ہے چاہے اس کے پاس مال ہو یا نہ ہو۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "صدقہ فطر اسی کو دیا جا سکتا ہے جو کفارہ لینے کا مستحق ہو، اور کفارہ وہ لیتا ہے جو حاجتمند ہو، چنانچہ صدقہ فطر قیدیوں کو آزاد کرانے میں اور تالیفِ قلب وغیرہ میں خرچ نہیں کیا جا سکتا". [1]

ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: صدقہ فطر کا صرف اور صرف ایک ہی مصرف ہے وہ ہے فقراء۔ [2]

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "فطرہ کی تقسیم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مصارفِ زکوۃ کا خیال نہیں رکھتے، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صرف مساکین کے ساتھ خاص کیا ہے". [3]

امام شوکانی بھی اسی کے قائل ہیں۔ [4]

---

١ «مجموع الفتاوى» لابن تيمية (٢٥/ ٧٣).

٢ مجموع الفتاوى (٢٥٩/١٨).

٣ تمام المنة.

٤٤ السَّيلِ الجرَّار. (٨٦/٢).

اور امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ : "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ وہ فطرہ صرف مساکین کو ہی دیا کرتے تھے"۔[1]

خلاصہ کلام یہ کہ فطرہ صرف اور صرف مساکین کو ہی دیا جا سکتا ہے، دیگر مصارف میں فطرہ استعمال کرنا صحیح نہیں۔

[1] زاد المعاد

کیا فطرہ نقدی طور پر ادا کیا جاسکتا ہے؟

محترم قارئین! فطرہ کی مثال سجدہ سہو کی طرح ہے، جس طرح نماز کی کمی کو سجدہ سہو کے ذریعہ سے مکمل کیا جاتا ہے ویسے ہی روزے کی کمی کو فطرے کے ذریعہ مکمل کیا جاتا ہے۔

اب رہی بات کہ فطرہ روپے پیسے کی شکل میں ادا کرنا کیسا ہے، تو اس سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے۔

علماء کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ **فطرہ غلہ کی صورت** میں ہی ادا کیا جاسکتا ہے، **نقدی** طور پر ادا کرنا **جائز نہیں۔**

بعض علماء کا کہنا ہے کہ **روپے پیسے** کی شکل میں **فطرہ ادا کیا جاسکتا ہے۔**
جبکہ بعض علماء کہتے ہیں کہ فطرہ صرف غلہ ہی صورت میں ادا ہو سکتا ہے، لیکن اگر مصلحت اس بات کی متقاضی ہو کہ فطرہ نقدی صورت میں ادا کیا جائے تو جائز ہے۔

اس میں سے **پہلا قول راجح ہے اور سنت کے عین مطابق ہے**، وہ یہ کہ فطرہ صرف اور صرف غلہ کی صورت میں ہی ادا کیا جا سکتا ہے، **نقدی طور پر دینا جائز نہیں**، اس کے بہت سارے اسباب ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرہ بطور غلہ ہی نکال نے کا حکم دیا، جیسا کہ صحیح بخاری میں روایت ہے۔

خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی پوری زندگی غلہ ہی نکالتے رہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ہمیشہ فطرے میں غلہ ہی نکالا کرتے تھے۔

جب اللہ رب العالمین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی صدقہ فطر فرض کیا تو اس میں صرف غلہ نکالنے کا حکم دیا، اس کا بدل یا اس کی قیمت کا کوئی ذکر نہیں کیا، جبکہ اس زمانے میں لوگ آج سے زیادہ حاجت مند تھے، نیز اس زمانے میں درہم و دینار کا رواج بھی عام تھا اس کے باوجود صرف غلہ نکالنے کا حکم دینا اس بات کی قوی دلیل ہے کے فطرہ میں غلہ نکالنا ہی عبادت ہے اور وہی فرض ہے،

کیوں کہ شریعت میں ایک قاعدہ ہے "لا يجوز تأخير البيان عن وقت الحاجة"، یعنی جس وقت جس مسئلہ کی وضاحت کی لوگوں کو ضرورت ہو اس وقت سے مسئلہ کو تاخیر کر کے بیان کرنا صحیح نہیں، چونکہ فطرہ میں غلہ نکالنے کا حکم صادر ہوتے وقت لوگوں کو نقد کی بھی ضرورت تھی، اس کے باوجود شارع نے صرف غلہ کے نکالنے کا حکم دیا جو اس بات کی واضح دلیل ہے غلہ کے سوا کچھ بھی نکالنا جائز نہیں۔

شریعت نے فطرہ نکالنے کو واجب قرار دیا، اسی طرح فطرہ میں کون سی چیز نکالی جائے اس کو بھی متعین کر دیا، اور پھر نبی اور صحابہ نے عملی طور پر صرف غلہ ہی نکالا، اس لئے ہم پر ظاہری نص کا التزام ویسے ہی واجب ہوتا ہے جیسے صحابہ کرام نے اس کی پابندی کی تھی۔

صدقہ فطر دراصل عبادت ہے، اور عبادات دلائل پر موقوف ہوتی ہیں، نیز مصادر شریعت میں فطرہ کو قیمت کی صورت میں نکالنے کی دلیل کہیں بھی موجود نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "صدقہ فطر کی ادائیگی اسی طرح کی جائے گی جیسے قسم، ظہار، قتل، رمضان میں روزے کی حالت میں جماع، اور حج کے کفارات کی ادائیگی کی جاتی ہے،ان چیزوں میں کفارہ واجب ہونے کا سبب بدن ہے،اسی طرح صدقہ فطر کے وجوب کا سبب بھی بدن ہے، لہذا ان کفارات کو قیمت کے طور پر ادا کرنا جائز نہی، کیوں کہ اللہ رب العالمین نے فطرہ میں غلہ ہی فرض کیا ہے جیسے کفارہ میں غلہ فرض کیا ہے...... یہ قول دلیل کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فطرہ میں قیمت نہیں نکالی جاسکتی، تو کچھ لوگوں نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ قیمت نکالتے تھے،اس پر امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگ رسول اللہ کے فرمان کو چھوڑتے ہیں اور فلاں فلاں کی بات پر عمل کرتے ہیں.[2]

---

١ «مجموع الفتاوى» لابن تيمية (٢٥/ ٧٣).

٢ المغني(٢/٣٥٢)۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ فقراء ومساکین کیلئے زیادہ فائدہ مند قیمت ہی ہے، کیوں کہ عید کی تیاری اور خریداری میں معاون ثابت ہوتی ہی۔

فقراء ومساکین کیلئے جو چیز سب سے زیادہ فائدہ مند تھی اسے رب رحیم نے متعین کردیا، کون سی چیز کس کیلئے کتنی اور کب بہتر ہے یہ اللہ رب العالمین سے زیادہ بہتر کون جان سکتا ہے، نیز اموال کی زکاۃ میں درہم ودینار میں نصاب متعین ہے کہ اس میں سے کتنا نکالا جائے، لیکن اسی زمانے فطرہ فرض ہوا اور شریعت نے سوائے غلہ کے کسی اور چیز کا ذکر نہیں کیا، اس سے پتہ یہ چلا کہ فطرہ نکالنے والے اور فطرہ لینے والے کیلئے فائدہ مند وہی چیز ہے جسے شریعت نے مقرر کیا ہے۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ غلہ کے بدلے قیمت زیادہ مناسب ہے، اور فقراء ومساکین کی عید کے موقع سے مدد بھی ہو جاتی ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ غلہ نکالیں اور اپنے اس تعاون وہمدردی کے جذبے کو تھوڑا اور اوپر کر کے الگ سے قیمت عطا کردیں تاکہ سنت بھی ادا ہو جائے اور غریب کی مدد بھی ہو جائے، اور عام صدقہ

کرنے کا ثواب بھی حاصل ہو جائے، لیکن شریعت نے جو چیز جیسے مقرر کیا ہے اسے ویسے ہی رہنے دیں۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ بعض فقراء ومساکین غلہ لینے سے انکار کرتے ہیں، تو ہم ایسی صورت میں کیا کریں۔

جو غلہ لینے سے انکار کردیں اور کہیں کہ ہمارے پاس غلہ موجود ہے تو وہ غریب نہیں ہیں، آپ فطرہ انہیں کو دیں جو غلہ لیتے ہوں۔

ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ شریعت نے بعض مویشی کی زکاۃ میں بوقت ضرورت مویشی کے بدلے قیمت نکالنے کی اجازت دی ہے، جیسے کسی کے پاس 61 اونٹ ہو تو اس میں ایک جذعۃ (اونٹ کا چار سالہ بچہ) فرض ہے، لیکن اگر اس کے پاس جذعۃ نہیں حقۃ (تین سالہ اونٹ کا بچہ) ہے تو شریعت نے اسے اجازت دی ہے کہ وہ حقہ ادا کردے اور اس کے ساتھ، اور کمی کی بھرپائی بیس درہم یا دو بکری دے کر کرے، یعنی اصل میں اس کے اوپر جذعۃ فرض تھا جو کہ حقۃ سے بڑا جانور ہے، وہ نہ ہونے کی صورت میں چھوٹے جانور کی ادائیگی کو جائز قرار دیا گیا اور کمی کو قیمت یا بکری کی صورت میں ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔

قارئین کرام: یہاں پر غور فرمائیں کہ **اونٹ کی زکاۃ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محدود صورت میں قیمت نکالنے کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ صدقۃ الفطر میں صرف غلہ ہی نکالنے کا حکم دیا ہے، حالانکہ دونوں غریب ونادار اور محتاج کی مصلحت کیلئے ہے.**

قربانی کرنا راجح قول کے مطابق سنت ہے، **اگر کوئی یہ کہے کہ قربانی کا جانور ہم جتنی قیمت میں خریدتے ہیں اتنی قیمت میں تو غریب کی مدد بہت احسن طریقے سے ہو سکتی ہے، اور قربانی کرنے کے بجائے غریبوں میں مال تقسیم کرے، تو کیا ایسا کرنا جائز ہوگا؟**

بالکل بھی جائز نہیں ہو سکتا کیوں کہ یہ اسلام کا ایک شعیرہ ہے، اور قربانی کے دن جانور ذبح کرنا ہی متعین ہے۔

جس طرح قربانی جو کہ سنت ہے ہم اسے قیمت میں تبدیل نہیں کر سکتے حالانکہ وہاں پر بھی غریب کی حاجت و مصلحت پیش نظر ہے، وہاں بھی عید کا موقع ہے، تو پھر فطرہ جو کہ فرض ہے ہم اسے قیمت میں کیسے تبدیل کر سکتے ہیں؟؟

آخری بات۔

مان لیجئے کہ آپ صحابہ کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوں، اسی دوران نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فطرہ بطور غلہ نکالنے کا حکم دیا، پھر مجلس برخواست ہو گئی، اس کے بعد تمام صحابہ کرام فطرہ میں غلہ نکال رہے ہیں، جبکہ آپ غریبوں کی مصلحت دیکھ کر قیمت نکال رہے ہیں.

سوال یہ ہے کہ آپ نبی کے مخالف ٹھہرے یا نبی کے موافق؟

ایک اور بات مان لیجئے کہ ایک مجلس ہے جس میں امام مالک، شافعی، احمد، حسن بصری، ابو اسحاق السبیعی اور دیگر بڑے بڑے علماء رحمہم اللہ تشریف فرما ہیں، اسی اثنا میں دو آدمی اس مجلس میں داخل ہوتا ہے اور ان میں سے ایک سوال کرتا ہے کہ میں نے اپنا فطرہ ایک صاع غلہ نکالا ہے کیا میرا فطرہ ادا ہو گیا؟ تمام علماء بغیر کسی مخالفت کے بیک زبان جواب دیتے ہیں کہ ہاں فطرہ ادا ہو گیا۔

دوسرا آدمی سوال کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اپنا فطرہ قیمت کی صورت میں ادا کیا ہے، کیا میرا فطرہ ادا ہو گیا؟

اس مجلس میں بیٹھے اجلہ علماء کرام کی اکثریت (جن میں امام مالک، شافعی، احمد بھی ہیں) کہتی ہے کہ نہیں ہوا، جب کہ چند ایک کہتے ہیں کہ ادا ہو گیا۔

اب آپ کے اوپر ہے کہ اپنے دین کیلئے احتیاط اختیار کرتے ہوئے سنت کے مطابق فطرہ غلہ کی صورت میں ادا کریں، تاکہ کوئی بھی یہ نہ کہہ سکے کہ فطرہ ادا نہیں ہوا، یا پھر آپ قیمت ادا کریں جو کہ سنت کے خلاف ہے، نیز ہمیشہ آپ ذہن و دماغ میں ایک سوال کھٹکتا رہے گا کہ فطرہ ادا ہوا کہ نہیں، کیوں کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ نہیں ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ ہو گیا۔

نقدی فطرہ کے قائلین کے دلائل کا جائزہ

بعض اہل حدیث علماء نقدی فطرہ نکالنے کیلئے مختلف قسم کے دلائل پیش کرتے ہیں، آیئے چند سطور میں ہم ان کے دلائل کا مختصر جائزہ لیتے ہیں:

پہلی دلیل: ابو اسحاق السبیعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: «أَدْرَكْتُهُمْ وَهُمْ يُعْطُونَ فِي صَدَقَةِ رَمَضَانَ الدَّرَاهِمَ بِقِيمَةِ الطَّعَامِ».[1]

کہتے ہیں کہ: ابو اسحاق السبیعی تابعی ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے صحابہ کو پایا کہ وہ رمضان کا فطرہ اناج کی قیمت میں نکالتے تھے۔

جائزہ:

قارئین کرام: اس قول کو زہیر نے ابی اسحاق السبیعی سے روایت کیا ہے۔

[1] مصنف ابن أبي شيبة (١٠٣٧١).

❶ پہلی بات یہ کہ زہیر اگر ابی اسحاق السبیعی سے روایت کریں تو اس سلسلے میں علماء نے کلام کیا ہے، چنانچہ امام احمد، ابو زرعہ، ترمذی اور ابن حجر رحمہم اللہ وغیر ہم نے ابو اسحاق السبیعی کے بارے میں کہا ہے کہ وہ اختلاط کے شکار ہو گئے تھے، اور زہیر نے ان سے اختلاط کے بعد روایت کی ہے۔

❷ دوسری بات: یہ صرف اور صرف ایک تابعی کا قول ہے جس پر کسی شرعی حکم کی بنیاد نہیں ڈالی جاسکتی.

❸ تیسری بات: ابو اسحاق السبیعی نے کم وبیش ۳۸ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اور بے شمار تابعین کو پایا ہے۔

☜ تو کیا ان کے قول کے مطابق وہ تمام ۳۸ صحابہ اور ان کے دور میں موجود تمام تابعین فطرہ نقدی طور پر درہم میں ہی نکالتے تھے؟

⇦ کیوں کے ابو اسحاق نے اپنے قول میں کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا ہے۔

⇚ ابو اسحاق السبیعی کے اثر کے مطابق سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا تقریبا ۳۸ صحابہ اور ہزاروں تابعین درہم کے طور پر صدقہ فطر نکالتے تھے؟

☚ لیکن ذخیرہ احادیث وآثار میں تو ان صحابہ میں سے کسی ایک سے بھی نقدی طور پر صدقہ فطر نکالنا منقول نہیں!!

☚ نیز فقہاء ومحدثین میں سے جو بھی صدقہ فطر نقدی نکالنے کے قائل ہیں ان میں سے کسی ایک نے بھی تعامل صحابہ سے استدلال نہیں کیا ہے۔

☚ ہے نا بڑے تعجب کی بات؟؟

❹ چوتھی بات: ابو اسحق کے اس مبہم قول میں نقدی فطرہ کے قائلین کے مطابق اس بات کا احتمال ہے کہ شاید انہوں نے صحابہ کو مراد لیا ہو۔

☚ لیکن یاد رہے ک احتمال کی بنیاد پر استدلال کی عمارت قائم نہیں کی جا سکتی، اس کیلئے صریح دلیل کی ضرورت پڑتی ہے۔

☚ کیوں کہ: "إذا وجد الاحتمال بطل به الاستدلال".

❺ پانچویں بات: جس طرح ابو اسحاق السبیعی نے مبہم انداز میں کہا ہے کہ میں نے ان کو فطرہ درہم میں نکالتے ہوئے پایا ہے، اس سے زیادہ اور واضح انداز میں بیس رکعات تراویح کے تعلق سے سائب بن یزید کا اثر موجود ہے کہ عمر

رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ بیس پڑھتے تھے،اور امام نووی نے اسے صحیح بھی قرار دیاہے،بلکہ علماء سلف کی اکثریت اسی کی قائل ہے۔

☚ کیا جس طرح ابو اسحاق السبیعی کے اثر سے نقدی فطرہ کے قائلین شدومد کے ساتھ استدلال کر رہے ہیں کیا اسی طرح سائب بن یزید کے اثر سے استدلال کر کے بیس رکعت تراویح کا التزام کریں گے؟

☚ کیوں کہ جب فطرہ میں ابو اسحاق السبیعی تابعي کے اثر کا اعتبار کرتے ہوئے درہم نکال سکتے ہیں، بلکہ نقدی فطرہ نکالنے کی پرزور وکالت کر سکتے ہیں، تو سائب بن یزید رضی اللہ عنہ صحابی کے اثر کی بنیاد پر بیس رکعت تراویح کی وکالت کیوں نہیں کی جاسکتی؟؟

6 چھٹی بات: نقدی فطرہ کے قائلین نے اس قول میں " أدركتهم "کا ترجمہ یوں کیاہے کہ: میں نے صحابہ کو پایا۔

☚ محترم قارئین: اس اثر میں صحابہ کا تو کہیں دور دور تک ذکر ہی نہیں۔

☚ اگر اس ترجمہ کو علمی خیانت نہیں کہہ سکتے تو کم از کم علمی مغالطہ اور تدلیس ضرور کہہ سکتے ہیں۔

☚ کیوں کہ جہاں صحابی کا ذکر موجود ہی نہیں وہاں ان کا ذکر اپنی طرف سے کرنا چہ معنی دارد؟

☚ اور نقدی فطرہ کے قائلین کو مجھ سے زیادہ پتہ ہو گا کہ جس قول کی نسبت کی صراحت صحابہ کی طرف نہیں ہو جان بوجھ کر بلا دلیل اس کی نسبت صحابہ کی طرف کرنے کا کیا حکم ہے؟؟

7 ساتویں بات: ابو اسحاق السبیعی جو کہ تابعی ہیں ان کا قول نصِ صریح اور صحیح۔ جس میں تاویل کی گنجائش نہیں۔ کے مقابلے میں پیش کیا گیا ہے۔

☚ اور نص کے مقابلے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بات کا اعتبار نہیں۔

☚ تو پھر ابو اسحاق السبیعی کے قول کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے۔

❽ آٹھویں بات: اہل حدیث کی ہمیشہ سے یہی پہچان رہی ہے کہ دین ھدی کے دو ہی اصول: اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔

☜ تو پھر نقدی فطرہ کے قائلین جنہیں اہل حدیث ہونے کا دعویٰ ہے انہیں قرآن و حدیث کا سہارا لے کر اپنی رائے کو پیش کرنا چاہئے نہ کہ اقوال تابعین پر اعتماد کر کے۔

☜ کیوں کہ ہم اہل حدیث کسی سے بھی یہی پوچھتے ہیں کہ بھائی اس مسئلہ مین کتاب و سنت کی کیا دلیل ہے؟ سامنے والا اگر کتاب و سنت کے مقابلے ائمہ اربعہ اور تابعین عظام کے اقوال پیش کرے، تو ہم یہ کہہ کر ان پر رد کرتے ہیں کہ ہمیں نبی کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ تابعین عظام اور ائمہ اربعہ کی اتباع کا۔

☚ تو پھر اس مسئلہ میں ایک تابعی کا قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلے میں کیسے حجت بن سکتا ہے؟؟

نقدی فطرہ کے قائلین کی دوسری دلیل:

✷ بخاری شریف میں باب العَرض فی الزکٰوۃ میں ہے:

وَقَالَ طَاوس: قَالَ مُعَاذٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لِأَهْلِ اليَمَنِ: «ائْتُونِي بِعَرْضٍ ثِيَابٍ خَمِيصٍ - أَوْ لَبِيسٍ - فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيرِ وَالذُّرَةِ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَخَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ». [1]

"حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل یمن کو کہا کہ بجائے جو اور جوار کے باریک کپڑے اور عام پہننے کے کپڑے صدقہ میں ادا کرو یہ تمہارے لیے آسان ہے اور اصحاب رسول کے لے زیادہ فائدہ مند ہے۔"

جائزہ:

پہلی بات: یہ اثر ضعیف ہے. [2]

---

[1] صحيح البخاري (٢/ ١١٦)

[2] مختصر صحيح الإمام البخاري للألباني (١/ ٤٢٣)، فتح الباري لابن حجر (٣/ ٣١٢)

⇦ دوسری بات: اس میں ایک بہت بڑا علمی مغالطہ ہے، وہ یہ کہ بعض نقدی فطرہ کے قائلین نے اس اثر کی نسبت مطلقاً بخاری شریف کی طرف کی ہے، جس سے تدلیس کی بو آتی ہے، کیوں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس اثر کو ترجمۃ الباب میں ذکر کیاہے، صحیح سند کے ساتھ اصل کتاب میں ذکر نہیں کیاہے،اور امام بخاری رحمہ اللہ عنوان کے طور پر بلا سند جو احادیث ذکر کرتے ان میں صحیح اور ضعیف دونوں قسم کی حدیث ہوتی ہیں۔

نیز یہ کہ یہ ایک صحابی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا اثر ہے،اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے مقابلے میں آثار صحابہ کو ترجیح نہیں مل سکتی.

◈ بعض نقدی فطرہ کے قائلین کہتے ہیں کہ: "ہمارے زمانہ میں کرنسی بھی ایک طرح سے "بعام" ہی کا بدل ہے".

✷ ایسا کہنے والے علماء حضرات سے ایک سوال ہے کہ اگر کوئی آدمی دس گرام چاندی کے عوض ایک کیلو باسمتی چاول ادھار خریدتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

☚ مذکورہ مسئلہ میں اجماع ہے کہ ایسی بیع جائز ہے۔

☚ لیکن نقدی فطرہ کے قائلین کے مطابق یہ حرام ہو جائے گا کیوں کہ ان کے نزدیک ایک صاع غلہ کرنسی کی حیثیت رکھتا ہے اور چاندی بھی کرنسی کی حیثیت رکھتی ہے،اور کرنسی کی کرنسی سے ادھار بیع جائز نہیں۔

نقدی فطرہ کے قائلین کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک صاع کی قیمت کی کرنسی موجود نہیں تھی،اس لئے کرنسی کا حکم نہیں دیا.

جائزہ:

❐عن أبي سعيد الخدري وعن أبي هريرة رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم استعمل رجلا على خيبر فجاءه بتمر جنيب فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم أكل تمر خيبر هكذا قال لا والله يا رسول الله إنا لنأخذ الصاع من هذا بالصاعين والصاعين

بالثلاثة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تفعل بع الجمع بالدراهم ثم ابتع بالدراهم جنيبا".[1]

ترجمہ: ابو سعید الخذری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیبر کا عامل بنایا، وہ وہاں سے صاف ستھری اور بہترین کھجور لے کر آیا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہی عمدہ ہیں؟، تو اس شخص نے کہا کہ نہیں اے اللہ کے رسول، ہم دو صاع ملاوٹ والی کھجوروں کے بدلے ایک صاع صاف ستھری کھجور خریدتے ہیں، اور کبھی دو صاع تین صاع کے عوض خریدتے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، بلکہ ملاوٹ والی کھجور کو درہم کے ذریعہ بیچ دو اور پھر اس درہم کے ذریعہ بہترین کھجور خریدلو۔

[1] ((صحیح بخاری: ٢٠٨٩)).

✺ اس حدیث سے بہت سے اشکالات دور ہو جاتے ہیں:

❶ ایک صاع یا دو صاع یا اس سے زائد کھجور کی خرید وفروخت درہم کے ذریعہ عام تھی، اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھر رہنمائی فرمائی۔

❷ **ایک صاع کے مقابل کرنسی موجود تھی،** جیسا کہ فحوائے حدیث اس پر دلالت کررہا ہے۔

☚ اب کوئی یہ نہ کہے کہ نبی کا حکم عام ہے خرید وفروخت کے بارے میں، نہ کہ نبی ﷺ نے ایک صاع کو درہم سے خریدنے کا حکم دیا ہے، کیوں کہ ایک صاع کی جو قیمت ہوتی ہے اس قیمت کی کرنسی نبی کے زمانے میں موجود ہی نہیں تھی۔

✺ محترم قارئین آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ حدیث میں معاملہ ایک صاع کے بدلے دو صاع خریدنے کا ہے، اور **نبی ﷺ ایک صاع کو درہم سے خریدنے کیلئے کہہ رہے ہیں، اگر ایک صاع کی قیمت کی کوئی کرنسی موجود ہی نہیں تھی تو نعوذ باللہ نبی ﷺ کا یہ کلام لغو ٹھہرے گا۔**

⇦ نبی ﷺ نے ایسی خرید وفروخت سے اس لئے منع کیا کیوں کہ کھجور کی بیع یا تبادلہ کھجور سے ہوتی ہو تو وہ برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ ہونا چاہئے، زیادہ لینے کی صورت میں، یا ادھار کی صورت میں ربا ہو جائے گا۔

☚ اگر ایک صاع کرنسی کا بدل تھی جیسا کہ نقدی فطرہ کے قائلین کہتے ہیں، اور دوسری طرف دو صاع غلہ تھا تو اس کی خرید وفروخت بالکل جائز ہوتی، لیکن نبی ﷺ نے ایک صاع غلہ کو کرنسی نہیں شمار کیا جیسا کہ نقدی فطرہ کے قائلین کرتے ہیں، بلکہ ایک صاع بعام کو صرف بعام ہی شمار کیا جیسا کہ حدیث سے واضح ہے

✵ نقدی فطرہ کے قائلین حدیث مصراۃ سے فطرہ میں رقم نکالنے پر استدلال کیا ہے، اور مسئلہ مصراۃ میں احناف کی پرزور تائید فرمائی ہے،

☚ حالانکہ حنفیہ نے قیاس کی بنیاد پر اس حدیث کو رد کرتے ہوئے قیمت ادا کرنے کی بات کہی ہے، جبکہ جمہور نے اسے امر تعبدی کہا ہے اور صرف غلہ ہی ادا کرنے کیلئے کہا۔

☚ جب ایک صاع کھجور نہ دودھ کا مثل ہے اور نہ ہی اس کی قیمت ہے اس کے باوجود نبی ﷺ نے کھجور دینے کا حکم دیا اس سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ امر تعبدی ہے۔

☚ ایسی فقہ کو اہل حدیث مانتے ہی نہیں جس سے کلامِ رسولِ عربی ﷺ کی مخالفت ہوتی ہو، لیکن بعض اہل حدیث آج کل حدیث کے مقابلے قیاس کو ترجیح دینے میں پیچھے نہیں ہیں، ہو سکتا ہے میدان میں کوئی نئی تحقیق آئی ہو جس کی روشنی میں بعض اہل حدیث کے یہاں تابعی کے قول کو اور قیاس کو نبی کے قول و عمل اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے تعامل پر ترجیح ملتی ہو. واللہ اعلم

◈ نقدی فطرہ کے قائلین کہتے ہیں کہ: "نقدی صدقہ فطر ادا کرنا غرباء و مساکین کے لیے زیادہ مفید ہے".

جائزہ:

☚ حدیث رسول کے مقابلے میں یہ قیاس ہے، کیوں کہ دین اسلام اور اس کے تمام احکام ہر زمان ومکان کیلئے موزوں اور مناسب ہے،

☚ اور جس ذات گرامی نے غلہ کی صورت میں فطرہ ادا کرنے کا حکم دیا وہ ہم سے زیادہ فقراء کے فائدہ ونقصان کا علم رکھتے تھے،

☚ اور فقراء ومساکین کا وجود ہر زمانے میں رہا ہے اور رہے گا، اس کی دلیل فطرہ کی ادائیگی والی حدیث ہے، کیوں فطرہ صرف مساکین وفقراء کو ہی دیا جا سکتا ہے، ان تمام امور کے باوجود شارع نے جو فرض کیا وہ غلہ ہی ہے،

☚ تو پھر ہما شما کا شارع کے مقابلے میں غریبوں کیلئے زیادہ بہتر اور فائدہ کی سوچنے کی جسارت کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟

✵ آخری بات اگر ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ والی حدیث کا عام فہم ترجمہ کرکے عوام کو بتایا جائے تو عوام یہی سمجھے گی کہ فطرہ ایک صاع غلہ نکالنا ہے۔

☜ لیکن اگر آپ اس حدیث کا ترجمہ کر کے عوام کو سنائیں اور پھر اس کے بعد کہیں کہ اس حدیث کا صحیح ترجمہ تو یہی ہے لیکن حدیث میں نبی ﷺ نے جو غلہ دینے کا ذکر کیا ہے میرے خیال سے اس غلہ سے زیادہ فائدہ مند غریبوں کیلئے روپے پیسے ہیں وہی ادا کیا جائے تو میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے۔

☚ یہ نبی ﷺ کی موافقت ہوئی یا مخالفت؟؟

☚ اگر موافقت ہوئی تو پھر احناف اپنے امام کے قول کے مقابلے میں احادیث کو رد کرنے کیلئے جن تعلیلات کا سہارا لیتے ہیں ان کے اس عمل کو انکار حدیث کے چور دروازے اختیار کرنے سے تعبیر نہیں کر سکتے، کیوں کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں نص حدیث سے دوری کو ہی ترجیح دی جارہی ہے.

ہم کریں تو سلفی، اہل حق، اہل حدیث اور اہل سنت کہلائیں، اور یہی کام بے چارے احناف کریں تو ان پر ضلالت و گمراہی، اور بدعتی ہونے کا فتویٰ داغا جائے. مالكم كيف تحكمون؟

فطرہ شبہات کے گھیرے میں

کیا ایک صاع کی مالیت کی کرنسی عہد رسالت میں موجود نہیں تھی؟

کچھ لوگوں نے فطرہ والی حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع غلہ دینے کا حکم اس لئے دیا کیوں ایک صاع غلہ کے برابر کی کوئی کرنسی عہد نبوی میں موجود نہیں تھی".

سب سے پہلی بات یہ کہ نقدی فطرہ کے قائلین کا یہ کہنا کہ اتنی کم قیمت کی کرنسی موجود نہیں تھی اس لئے غلہ نکالنے کا حکم دیا گیا، ان سے گذارش ہے کہ کیا اس دعوی کی کوئی دلیل حدیث رسول، قول صحابہ یا آثار تابعین سے پیش کر سکتے ہیں؟

اگر نہیں تو یہ بات صرف اندھیرے میں تیر چلانے اور حدیث میں موجود معنی کو اپنی رائے سے بدلنے کے مترادف ہو گی، کیوں کہ جب دعوی ہے کہ ایسی کوئی کرنسی موجود ہی نہیں تھی جو ایک صاع کی قیمت کے برابر ہو تو اپنے دعوی پر دلیل بھی پیش کریں، اس لئے کہ دلیل کا پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہوتا ہے

نہ کہ مدعی علیہ کے، اور جنہوں نے اس بات کا دعوی کیا ہے انہوں نے اپنے دعوے کی تائید میں ایک بھی دلیل پیش نہیں کی۔

(یاد رہے کہ دلیل اس بات کی نفی میں پیش کرنا ہے کہ ایک صاع کی مالیت والی کرنسی نہیں تھی)۔

دوسری بات یہ کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے قول سے نقدی فطرہ نکالنے کے قائلین بہت شد ومد کے ساتھ استدلال کرتے ہیں، بلکہ بعض نے توان کے قول پر صحابہ وتابعین اور اس زمانے میں موجود امت کے تمام افراد کا اجماع نقل کر دیا ہے۔

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے جب نقدی فطرہ کا شاہی فرمان جاری کیا تو اس میں فرمایا: **"نصف صاع عن كل انسان، أو قيمته نصف درهم"**.

ترجمہ: ہر انسان فطرہ میں آدھا صاع نکالے، یا اس کی قیمت آدھا درہم ادا کرے.[1]

[1] مصنف ابن ابی شیبة (١٠٣٦٩).

محترم قارئین اگر آپ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے قول میں غور کریں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ان کے زمانے میں آدھا صاع کی قیمت آدھی درہم تھی، اور ان کی خلافت کا زمانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تقریبا 80 سال بعد کا ہے، اگر ان کے زمانے میں آدھے صاع کی قیمت آدھا درہم ہے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کی قیمت ربع درہم (ایک چوتھائی) رہی ہو گی، اور ایک صاع کی قیمت نصف درہم رہی ہو گی۔

اور نصف درہم کے مساوی قیمت یا کرنسی کا وجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " **الدينار كنز، والدرهم كنز، والقيراط كنز فقيل: يا رسول الله: أما الدينار والدرهم فقد عرفنا، فما القيراط؟. قال " نصف درهم، نصف درهم، نصف درهم"**.

ترجمہ: دینار ودرہم اور قیراط کنز ہوتا ہے (کنز ایسے مال کو کہتے ہیں جس کی زکاۃ ادا نہ کی جائے)، تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دینار ودرہم کا تو پتہ ہے، لیکن یہ قیراط

کیا ہوتا ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیراط آدھے درہم کو کہتے ہیں۔[1]

اس حدیث سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں اور صاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک صاع کے برابر قیمت موجود تھی۔

اگر نصف درہم کا وجود نہیں ہوتا تو نقدی فطرہ کے قائلین کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نصف درہم کے بجائے ایک صاع بولنا چاہئے تھا، کیوں کہ چھوٹی موٹی کرنسی کے طور پر ایک صاع یا اس سے کم غلہ استعمال کیا جاتا تھا۔

دراصل اپنی رائے کو حدیثِ رسول اور تعاملِ صحابہ پر ترجیح دینے کیلئے مقلدوں کی طرح تاویل کے تمام حربے استعمال کر رہے ہیں، لیکن ہم بھی تو ٹھہرے اہل حدیث، جب پوچھتے ہیں کہ کیا نبی نے پیسہ یا نقدی نکالنے کا حکم دیا؟؟

تو نبی کی حدیث بیان کرنے کے بجائے مطلب بیان کرنے لگتے ہیں کہ نبی نے تو نہیں دیا، البتہ نبی کے نہ دینے کی وجہ کرنسی کا نہ ہونا تھا.

---

[1] صحيح الجامع (٣٤٢٤).

یہ عجیب وغریب فلسفہ ہے کہ اسلام ایسی تعلیم دے رہاہے جو رہتی دنیا تک کیلئے نہیں تھا، نبی کے بعد اس تعلیم کو بدل جانا تھا، حالانکہ اسلام کی ہر تعلیم ہر جگہ، ہر زمانے اور ہر قسم کے لوگوں کیلئے ہے۔۔۔۔

تو پھر فطرہ کو غلہ میں نکالنے کی تعلیم صرف عہد نبوی تک خاص رہی اور اس کے بعد تبدیلی پیدا ہو گئی؟

نیز جب ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ محترم اگر نبی نے نقدی نکالنے کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تو کچھ بتایا ہو گا، خلفائے راشدین کا دور خلافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تقریبا تیس سال رہا، اور اس دوران تیس مرتبہ ماہِ رمضان آیا، ان تیس سالوں میں چاروں خلیفہ میں سے کسی ایک نے بھی اتنے اہم مسئلہ پر لب کشائی نہیں کی، جب کہ ان کے زمانے میں بھی آدھا درہم چلتا تھا، جیسا کہ علی، اور حسن رضی اللہ عنہما آدھا درہم کا گوشت خریدتے تھے.[1]

---

[1] مصنف ابن ابی شیبة (٢٤٥٢٥، ٢٤٥٢٩).

دراصل وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے سے خوش تھے، اور نبی کے طریقے پر اپنے غلہ نکالنا ہی اپنے لئے بہتر اور نجات کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

اب جس نقدی فطرہ کے نکالنے کا ذکر نہ قرآن میں ہو، نہ حدیث میں ہو، اور نہ ہی اقوال صحابہ سے اس کی کوئی دلیل ملتی ہو، پھر بھی اپنی مرضی سے مطلب نکال کر غلہ کو نقدی میں بدلنا، اور حدیث کے معانی کو اپنی رائے کا جامہ پہنانا کہاں تک درست ہے؟؟

صدقہ فطر میں قیمت کا جواز: چند شبہات کا ازالہ

حافظ علیم الدین یوسف

محترم قارئین! دوران روزہ سرزد غلطیوں کے ازالہ کیلیے اللہ رب العالمین نے صدقۂ فطر جیسی اہم عبادت فرض کی، لہذا ہر مسلمان خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب، بچہ ہو یا بوڑھا، آزاد ہو غلام ہر کسی پر اس نکالنا واجب اور ضروری ہے۔

میں نے جس مسئلے کے تعلق سے اس تحریر میں چند سطور رقم کرنے کی کوشش کی ہے وہ ایک بڑا ہی اختلافی مسئلہ ہے جو علماء کے یہاں محل نزاع بنا ہوا ہے کہ کیا صدقۂ فطر میں قیمت کی ادائیگی جائز ہے یا پھر صرف غلہ میں سے ہی ادا کرنا ہے؟؟؟

سب سے پہلے یہ جان لیں کہ:

ائمۂ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ اصل یہ ہے کہ صدقۂ فطر میں غلہ ہی نکالا جائے۔

اختلاف اس امر میں ہے کہ کیا صدقۂ فطر میں غلہ کے بدلے قیمت نکالنے جائز ہے؟

مسئلہ ہذا میں علماء کرام کے تین اقوال ہیں:

پہلا قول: صدقۂ فطر میں صرف اور غلہ ہی نکالنا جائز ہے، لہذا اگر کسی نے غلہ کے علاوہ کوئی اور شيء نکالی تو اس کا صدقۂ فطر ادا نہ ہو گا۔

اس قول کے قائل امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ ہیں۔ معاصرین علماء میں سے علامہ البانی رحمہ اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

دوسرا قول: مسلمان کیلیے جائز ہے کہ وہ صدقۂ فطرا گر چاہے تو غلہ سے ادا کرے اور اگر چاہے تو اس کی قیمت ادا کرے۔ اس قول کے قائل امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں۔

تیسرا قول: اگر مصلحت اور حاجت پائی جائے تو قیمت بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔

اس قول کی نسبت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف کی گئی ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب قول کی حقیقت:

تحقیق بعد یہی واضح ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے صدقۂ فطر میں صرف اور صرف غلہ نکالنے کی بات ہی ثابت ہے، رہی بات ان کی طرف منسوب قول کی تو در حقیقت وہ تمام اقوال جن میں قیمت نکالنے کی بات ہے تو وہ سب کے سب مال کی زکاۃ سے متعلق ہیں نہ کہ صدقۂ فطر سے۔

ذیل کے سطور میں، میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے وہ تمام اقوال پیش کرتا ہوں جو **"زکاۃ میں قیمت"** نکالنے سے متعلق ہیں۔

"وَيَجُوزُ إِخْرَاجُ الْقِيمَةِ فِي الزَّكَاةِ لِعَدَمِ الْعُدُولِ عَنْ الْحَاجَةِ وَالْمَصْلَحَةِ مِثْلُ أَنْ يَبِيعَ ثَمَرَةَ بُسْتَانِهِ أَوْ زَرْعَهُ فَهُنَا إِخْرَاجُ عُشْرِ الدَّرَاهِمِ يُجْزِئُهُ وَلَا يُكَلَّفُ أَنْ يَشْتَرِيَ ثَمَرًا أَوْ حِنْطَةً".

"اگر حاجت و مصلحت سے دوری نہ ہو تو زکاۃ میں قیمت نکالنی جائز ہے، جیسے کہ کوئی شخص اپنے باغ کا پھل بیچے یا اناج فروخت کرے، تو ایسی صورت میں درہم کا دسواں حصہ نکالنا کافی ہوگا، اسے کھجور یا گیہوں خریدنے کا مکلف نہیں کیا جائے گا"۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کہ ''اور (زکاۃ میں قیمت نکالنے کے مسئلے میں) تیسرا قول یہ ہے کہ ایسا کرنا حاجت کے وقت جائز ہوگا، مثال کے طور پر کسی کے اوپر اونٹ کی زکاۃ میں ایک بکری واجب ہوئی ہو اور اس کے پاس بکری نہ ہو۔

ان دونوں اقوال میں غور فرمائیں!

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بطور مثال جن امور کو ذکر کیا ہے ان سے صاف واضح ہے کہ وہ اس زکاۃ کی بات کر رہیں جو کہ سالانہ طور پر نکالی جاتی ہے، کیوں کہ مال کا دسواں حصہ زمین سے نکلنے والے اناج پر یا پھلوں پر واجب ہوتا ہے۔

اسی طرح اونٹ میں جس زکاۃ کا وجوب ہے وہ مال کی زکاۃ ہے، صدقۂ فطر نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے صدقۂ فطر کے مسئلہ پر بات کی تو قیمت نکالنے کا کہیں بھی کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ غلہ نکالنے کو ہی واجب کہا ہے۔

ملاحظہ کریں صدقۂ فطر کے سلسلے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اقوال:

”اور اس لیے اللہ رب العالمین نے (صدقۂ فطر میں) غلہ واجب کیا ہے جس طرح سے کفارہ کی ادائیگی میں غلہ واجب کیا ہے“۔

(واضح رہے کہ یہ بات ابن تیمیہ رحمہ اللہ صدقۂ فطر کے باب میں کہی ہے)۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

”اور اسے (صدقۂ فطر کو) مساکین کیلیے کھانے کی چیز بنائی جس کے ذریعہ وہ (مانگنے سے) بے نیاز ہو سکیں، لہذا اگر مسکین ایک مٹھی لے گا تو اسے کوئی فائدہ نہیں پہونچے گا“۔

اسے بھی ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صدقۂ فطر کے باب میں بیان کیا ہے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس قول سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک "طعمة" سے مراد غلہ ہے، کیوں کہ انہوں نے کہا کہ ”اگر مسکین مٹھی بھر لے۔۔۔۔“، اور ہم یہ جانتے ہیں کہ جو چیز مٹھی بھر دی جاتی ہے وہ غلہ ہے نہ کہ قیمت۔

بلکہ انہوں نے اگلے سطر میں اس کو اور بھی واضح کرتے ہوئے کہا کہ : "حفنة من الحنطة" یعنی مٹھی بھر گیہوں۔

ایک تیسرے مقام پر فرماتے ہیں: ''اور صدقۂ فطر غلہ کی صورت میں اس لیے واجب ہواتا کہ (فقیر) اسے کھائے نہ کہ اس سے (اپنامال) بڑھائے، یہی وجہ ہے کہ وہ کفارات کی جنس سے ہے''۔

ان تمام تفاصیل سے یہی واضح ہوتا ہے کہ صدقۂ فطر کے مسئلے میں ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول بھی جمہور کے قول کے موافق ہے۔ واللہ اعلم۔

یہی تحقیق دکتور محمود ابراہیم الخطیب رحمہ اللہ کی بھی ہے۔(مجلۃ الجامعۃ الإسلامیۃ: العدد، ٢٤۔ ١٤٢٤)

دوسرے قول کے بعض دلائل کا جائزہ:

(میں دوسرے قول کی صرف ایک دلیل کے متعلق گفتگو کروں گا، باقی دلائل کے متعلق جاننے کیلیے میرے محترم اور فاضل بھائی شیخ ابو احمد کلیم الدین

یوسف اور ہمارے سینیر شیخ فاروق عبد اللہ نراین پوری حفظہما اللہ کے رسالہ کا مطالعہ کریں)۔

امام طاؤوس رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ معاذ رضی اللہ نے اہل یمن کو کہا کہ ’’بجائے جو اور جوار کے، باریک کپڑے اور عام پہننے کے کپڑے صدقہ میں ادا کرو، یہ تمہارے لیے زیادہ آسان ہے اور اصحاب رسول ﷺ کیلیے زیادہ فائدہ مند ہے‘‘۔

اثر کا حکم:

یہ اثر ضعیف ہے، کیونکہ امام طاؤس کی سماع، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے۔

اس اثر کے کئی ایک جوابات شیخ کلیم الدین یوسف حفظہ اللہ نے اپنے رسالہ میں ذکر کیا ہے، مگر میں اس اثر کے جواب میں دو اہم باتیں ذکر کروں گا:

ا۔ یہاں صدقۂ فطر کو سالانہ زکاۃ پر قیاس کیا گیا ہے۔ جبکہ دونوں میں کئی ایک فروق ہیں:

(أ) سبب وجوب کے اعتبار سے۔ چنانچہ سالانہ زکاۃ کے وجوب کا سبب مالداری کا ہونا ہے، جبکہ صدقۂ فطر کے وجوب کا سبب روزہ سے افطار کرنا یعنی ماہ رمضان کا مکمل ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدقۂ فطر امیر و غریب سب پر واجب ہوگا سوائے اس کے جس کے پاس ایک پورے دن اور رات کے کھانے سے فاضل کھانا موجود نہ ہو۔

(ب) شرط کے اعتبار سے فرق: سالانہ زکاۃ کے وجوب کیلیے مال کا نصاب کو پہنچنے کے بعد اس پر ایک سال کا گزرنا ضروری ہے۔ جبکہ صدقۂ فطر میں ایسی کوئی شرط نہیں۔

(ت) صدقۂ فطر میں انسان خود اپنی طرف سے اور اپنے اہل خانہ میں سے ان کی طرف سے بھی ادا کرے گا جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے، جب کہ سالانہ زکاۃ میں ہر شخص اپنے اپنے مال میں سے خود نکالنے کا ذمہ دار ہوگا۔

(ث) صدقۂ فطر آزاد اور غلام سب کی جانب سے ادا کرنا واجب ہے، جبکہ سالانہ زکاۃ میں غلام کے مال میں زکاۃ واجب ہونے کے سلسلے میں اختلاف ہے۔

(ج) سالانہ زکاۃ کے آٹھ مصارف ہیں جبکہ صدقۂ فطر کو مصارف زکاۃ پر قیاس کرنے کے سلسلے میں اختلاف ہے،اور راجح قول کے مطابق اس صدقہ کو سالانہ زکاۃ پر قیاس کرنا درست نہیں۔

ان تمام فروق سے یہ ثابت ہوا کہ صدقۂ فطر کو سالانہ زکاۃ پر قیاس کرنا، قیاس مع الفارق ہے۔

جیسا کہ دکتور محمود بن ابراہیم الخطیب رحمہ اللہ نے بھی اس قیاس کو قیاس مع الفارق کہا ہے۔

۲۔ اگر یہ اثر صحیح بھی ہوتا اور صدقۂ فطر کو سالانہ زکاۃ پر قیاس کرنا درست بھی ہوتا تب بھی اس سے یہ استدلال کہ ''مسلمان کیلیے یہ جائز ہے کہ صدقۂ فطر میں قیمت ادا کرے'' درست نہ ہوتا۔

کیوں کہ اس اثر سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام یا اس کے نائب کیلیے یہ جائز ہے کہ اگر وہ زکاۃ کے مسئلے میں فرض مال کے علاوہ کسی اور کو زیادہ بہتر اور زیادہ نافع سمجھتا ہے تو اسے تبدیل کرنے کا حق ہے۔یعنی زکاۃ کے مال کے بدلے دوسرا مال لینے کا اختیار امام یا اس کے نائب کو ہے نہ کہ عوام کو۔

جبکہ یہ بات معروف ہے کہ سالانہ زکاۃ کی ادائیگی میں اگرواجب جنس سے بھی مال لیا جائے گاتب بھی صاحب زکوۃ کو یہ اختیار نہیں کہ وہ خود سے چن کر مال دے، بلکہ امام یانائب امام ہی خود سے چن کر اوسط درجے کا مال لے گا۔ پھر کیونکر کسی کو یہ اختیار ہو سکتاہے کہ وہ اپنی مرضی اور اپنی چاہت سے جنس تبدیل کر دے؟

لہذا اس سے یہ ثابت ہوا کہ عوام کو کوئی اختیار نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے جو چاہے وہ دے۔

ان تمام باتوں سے بالکل واضح ہو گیا کہ بعض لوگوں کا اس اثر کی وجہ سے صدقۂ فطر کو سالانہ صدقہ پر قیاس کرتے ہوئے عوام کو قیمت کی ادائیگی کی اجازت دینا قیاس بالعکس ہے۔

کیونکہ - اگر یہ اثر صحیح بھی ہو تب بھی - اس سے حاکم یا حاکم کے نائب کیلیے اختیار ثابت ہو گا نہ کہ عوام کیلیے۔ فافھم وتدبر!

دوسری دلیل:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: جس کے اوپر اونٹ کی زکاۃ میں جَذعَہ کا نکالنا واجب ہوا ہو اور اس کے پاس حِقَّہ ہو تو اس سے حقہ قبول کیا جائے گا۔ اور اگر ممکن ہو تو وہ شخص اس کے ساتھ دو بکری بھی دے گا یا بیس درہم دے گا۔

وجہ استدلال: نبی اکرم ﷺ مشقت کی صورت میں بیس درہم دینے کا حکم دیا، اور یہ قیمت ہے۔ لہذا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زکاۃ میں قیمت کا نکالنا جائز ہے۔

جواب: یہ حدیث آپ کے خلاف حجت ہے، آپ کیلیے حجت نہیں۔

اور وہ یوں کہ اگر زکاۃ میں قیمت نکالنا جائز ہوتا تو نبی اکرم ﷺ نے خود سے قیمت کیوں متعین کی؟

کہہ دیتے کہ بازار جاؤ اور تم پر جس نوعیت کا جانور فرض ہوا ہے اس کی قیمت دریافت کر کے، ایک جذعہ کی جو قیمت بنتی ہے وہ دے دو۔ مگر ایسا نہیں کہا، بلکہ:

(أ) مال کی زکاۃ مال میں سے ہی لینے کا حکم دیا۔

(ب) رہ گئی کمی کی بات، تو نبی اکرم ﷺ نے زکوۃ نکالنے والے کو یہ حکم نہیں دیا کہ ''حقہ'' اور ''جذعہ'' کے درمیان قیمت میں فرق معلوم کر کے قیمت کی ادائیگی کرے، بلکہ آپ ﷺ نے بذات خود اس

کی تقویم کی اور ایک قیمت متعین فرمادی۔ یہ قیمت کے جواز کی دلیل کے بجائے اس بات کی دلیل ہے کہ دین میں نصوص کی موجودگی میں قیاس پر عمل نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ یہ ناممکن ہے کہ "حقہ "اور "جذعہ" کے درمیان ہمیشہ ۲۰ درہم کا فرق رہے، نیز نبی اکرم ﷺ نے ۲۰ درہم اس لیے متعین نہیں کیا کہ یہ دونوں عمر کے جانوروں کے درمیان قیمت کا فرق تھا، بلکہ یہ خالص تقویم نبوی ہے جو تغیر سے بالا تر ہے۔

کیا زمانہ نبوی میں کرنسی کا استعمال رائج نہیں تھا؟

صدقہ فطر میں نقد کے قائلین نے فاسد تاویلات سہارا لے کر نصوص صریحہ کی خوب خوب تاویل کی ہے۔ اہل حدیث، جو کسی زمانے میں عمل بالحدیث کے وارث سمجھے جاتے تھے آج ان کی صفوں سے بھی کچھ ایسے لوگ نکل چکے ہیں جو غیر معلل احکام کی پہلے تعلیل گھڑتے ہیں پھر اس من گھڑت تعلیل کو بنیاد بنا کر احادیث پر عمل سے لوگوں کو روکتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنی پوری زندگی صدقہ فطر میں ہمیشہ غلہ نکالا ہے۔ آپ نے صحابہ کرام کو بھی غلہ نکالنے کی ہی تلقین کی۔ آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرام نے ہمیشہ غلہ کی شکل میں ہی صدقہ فطر ادا کیا۔ حتی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ جن کی تقویم سے لوگوں نے غلط مفہوم کشید کر کے قیمت کے جواز کا پہلو نکالا ہے انہوں نے بھی صدقہ فطر میں غلہ ہی ادا کیا ہے۔ کسی ایک بھی صحابی نے کبھی بھی صدقہ فطر میں قیمت ادا نہیں کیا بلکہ ہمیشہ نبی اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق غلہ ہی ادا کرتے رہے۔ دین اسلام اپنے تمام عقائد واحکام اور ان کے درست مفہوم کے ساتھ استقرار پا گیا۔

بعد کے زمانے میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے اس عمل کو فقرا کے لئے نامناسب سمجھا چنانچہ ایک ایسا عمل شروع کیا جسے نہ آپ ﷺ نے کیا تھا اور نہ آپ کے صحابہ نے۔

ہم تو اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اگر کسی صحابی کا عمل حدیث کے مخالف ہو تو حدیث پر عمل کیا جائے گا اور صحابی کے عمل کو ترک کر دیا جائے گا، جبکہ اس مسئلے میں تو حدیث کے ساتھ ساتھ تمام صحابہ کرام کا اجماع بھی ہے کہ صدقہ فطر میں صرف غلہ نکالنا ہے۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ تابعین اور تبع تابعین کے قول و عمل کو حدیث اور اجماع صحابہ کے مقابلے میں پیش کیا جائے!!!

لوگ اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لیے خود ساختہ تعلیلات سہارا لے رہے ہیں اور مقاصد شریعت سے بھی استدلال کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

جبکہ اصول میں یہ بات مسلم ہے کہ نصوص شرعیہ کے مقابلے میں قیاس باطل ٹھہرتا ہے۔ نیز یہ بات بھی مسلم ہے کہ عبادات توقیفی ہوتی ہیں، ان میں اتنا ہی کرنے کی اجازت ہوتی ہے جتنا شریعت میں وارد ہوا ہے اور اسی طریقے پر کرنے کی اجازت ہوتی ہے جو طریقہ شریعت سے ثابت ہوتا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ اگر کسی علت کا وجود نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں رہا ہو اور اس کے باوجود آپ ﷺ نے اس علت پر کسی حکم کی بنا نہ رکھی ہو تو اسے بعد کے ادوار میں کسی حکم کی علت بنانا درست نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں فقرا بھی موجود تھے اور دینار ودرہم کی شکل میں کرنسی بھی موجود تھی۔ اس زمانے میں درہم ودینار کا استعمال بھی عام تھا (آئندہ کے سطور میں امام ابن بطال رحمہ اللہ کا قول اس بابت ذکر کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ)، لوگ دینار ودرہم کے عوض ہی لین دین اور خرید وفروخت کیا کرتے تھے۔ گویا آپ ﷺ کے زمانے میں بھی فقرا کے لئے زیادہ مناسب یہی تھا کہ انہیں دینار ودرہم دے دیا جائے تاکہ اس کے ذریعہ وہ اپنی ضروریات پوری کر سکیں، لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے صدقہ فطر میں کرنسی کی ادائیگی کی اجازت نہیں دی۔ یقیناً یہ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ صدقہ فطر جنس طعام سے ادا کرنا غیر معلل اور توقیفی امر ہے جس سے انحراف کرنا کسی بھی طور جائز نہیں۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں غلہ بطور کرنسی دیا جاتا تھا اور بطور دلیل ''حدیث مصراۃ'' کو پیش کیا جس میں نبی اکرم ﷺ نے دودھ کے بدلے ایک صاع کھجور دینے کا حکم دیا۔

اس شبہ کا جواب ہم کئی ایک طریقہ سے دیں گے:

پہلا جواب: اگر اس حدیث میں دودھ کے بدلے کھجور دینے کے حکم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ''غلہ زمانۂ نبوی میں بطور کرنسی استعمال ہوتا تھا'' تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسالہ مصراۃ میں غلہ کی تمام انواع بطور کرنسی دی جا سکتی تھیں۔ کیوں کہ فقہاء کہتے ہیں ''وأنواع الأجناس جنس" یعنی ہر جنس کی الگ الگ تمام انواع ایک ہی جنس سمجھی جائیں گی۔

لہذا ایسی صورت میں کھجور، جو، گندم یا غلہ کی کوئی بھی قسم دی جا سکتی تھی، کیونکہ علت آپ نے یہ بتائی کہ چونکہ غلہ بطور کرنسی استعمال ہوتا تھا اس لیے کھجور، بطور کرنسی دینے کا حکم دیا تھا۔

آپ کا قیاس یہی چاہتا ہے کہ صورت مذکورہ میں ''بطور کرنسی دیے جانے والے غلوں'' میں سے کوئی بھی غلہ دینا جائز تھا، سب میں ایک جامع اور مشترک علت ''اس کے کرنسی ہونے'' کی وجہ سے۔

اب آئیں ہمارا سوال ہے کہ کیا اگر کوئی شخص دودھ کے بدلے کھجور کی جگہ گندم دے تو کیا ایسا کرنا جائز ہوگا؟؟؟

آپ کا قیاس اس بات کا متقاضی ہے کہ ایسا کرنا جائز ہوگا۔

جبکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ:
اگر اسے (بکری) واپس کی تو اس کے ساتھ ایک صاع کھجور بھی واپس کرے گا، گندم نہیں دے گا۔

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کھجور دینے کی علت یہ ہر گز نہ تھی کہ اس کا استعمال بطور کرنسی ہوتا تھا، بلکہ علت یہاں پر تعبد یہ ہے جس کا اقرار خود احناف نے بھی کیا ہے جیسا کہ جواب نمبر ۲ میں آرہا ہے۔

دوسرا جواب: مسلہ مصراۃ کے سلسلے میں اصول الشاشی کے محشی لکھتے ہیں کہ: (ہمارے اصحاب نے حدیث ابو ہریرہ کو کیوں رد کر دیا کیوں کہ) وہ ہر اعتبار سے قیاس کے مخالف تھی۔اوراس کی وجہ یہ ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کسی نے کسی پر زیادتی کرتے ہوئے اس کی کوئی شیء تلف کی ہے تو اس کا جرمانہ دو میں سے کسی طریقہ سے لیا جاتا ہے:

(أ) اگر اس شیء کا کوئی مثل ہے جو ہو بہو اسی کی طرح ہے تو زیادتی کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ اس مثل سے اس کی بھر پائی کرے۔اسے فقہی اصطلاح میں مثل صوری کہتے ہیں۔

(ب) اور اگر اس چیز کا ہو بہو مثل موجود نہ تو پھر قیمت ادا کریں گے۔اور اسے فقہی اصطلاح میں مثل معنوی کہتے ہیں۔

اور جہاں تک (اس مسلہ) میں کھجور دینے کی بات ہے تو وہ نہ ہی صورت میں دودھ کے مثل ہے اور نہ معنوی اعتبار سے اس کے مثل ہے۔اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے اس حدیث کو رد کر دیا ہے۔

غور کریں کہ حنفیہ خود اقرار کر رہے ہیں کہ حدیث کو رد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کھجور بطور کرنسی استعمال نہیں ہوتا، کیونکہ اگر وہ بطور کرنسی استعمال ہوتا تو مثل معنوی میں داخل ہو جاتا اور اگر مثل معنوی میں داخل ہوتا تو پھر حدیث کو قیاس سے رد کرنا چہ معنی دارد؟(أصول الشاشي و بهامشه عمدة الحواشي: ص، ١٤٥)۔

فيا للعجب!

تیسرا جواب: جب یہ واضح ہو گیا کہ زمانۂ نبوی میں غلہ بطور کرنسی استعمال نہیں ہوتا تھا تو اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں کسی کرنسی کا وجود تھا؟

جواب یہ ہے کہ جی ہاں! **یقیناً زمانہ نبوی میں دینار ودرہم کی شکل میں کرنسی کا وجود تھا اور عام عوام بھی خرید وفروخت کرتے وقت کرنسی کا استعمال کرتے تھے۔احادیث ملاحظہ فرمائیں۔**

چنانچہ جابر رضی اللہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مخابرہ، محاقلہ، مزابنہ اور درخت پر لگے ہوئے پھل کو اس وقت تک فروخت کرنے سے منع کیا

جب تک کہ وہ پک نہ جائے۔ اور ان کی خرید و فروخت دینار و درہم کے علاوہ کسی اور چیز سے کرنے سے منع کیا سوائے بیع عرایا کے۔

امام ابن بطال رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں کہ: درخت پر لگے ہوئے کھجور کو پکنے کے بعد (اسی حالت میں) سونے اور چاندی کے بدلے فروخت کرنے کے سلسلے میں امت کا اجماع ہے، اسی طرح اس کو دینار و درہم پر قیاس کرتے ہوئے، عروض (درہم و دینار کے علاوہ کسی اور چیز) کے بدلے بیچنا بھی جائز ہو گا۔ اور نبی اکرم ﷺ نے اس حدیث میں دینار ودرہم کو اس لیے خاص کیا **کیوں کہ عام طور پر لوگ انہیں دونوں کے ذریعہ خرید و فروخت کرتے تھے۔**

حدیث رسول ﷺ اور امام ابن بطال رحمہ اللہ کی تشریح سے یہ ثابت ہوا کہ:

(أ) نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں دینار و درہم بطور کرنسی استعمال ہوتا تھا۔

(ب) بلکہ ابن بطال رحمہ اللہ کے قول سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ عام طور سے لوگ انہیں دو چیزوں کے بدلے خرید وفروخت کرتے تھے۔

(ت) اس سے یہ ثابت ہوا کہ زمانہ نبوی میں یہ دونوں کرنسیاں کافی معروف اور عام استعمال تھیں۔

(ث) امام ابن بطال رحمہ اللہ کے قول سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض دوسری اشیاء کو بھی چیزوں کی خرید وفروخت کیلیے دینار و درہم پر قیاس کرتے ہوئے بطور متبادل استعمال کرنا جائز ہے۔

(ج) امام ابن بطال رحمہ اللہ کے اس قیاس سے یہ ثابت ہوا کہ زر مبادلہ کے طور پر استعمال کی جانے والی چیزیں دو قسم پر ہیں:

(1) ایک وہ جو اس قیاس کیلیے اصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور وہ دینار و درہم ہے۔

(2) دوسری وہ جسے اس اصل پر قیاس کیا گیا ہے، اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو بعض حضرات اپنی آسانی کی خاطر ایک شیء کے بدلے دوسری شیء

خریدتے ہیں۔اس کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے بیع عرایا کی صورت میں درختوں پر لگی ہوئی کھجور کو گھر میں موجود کھجور کے بدلے میں بعض شروط کے ساتھ جائز قرار دیا۔

ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری میں امام ابن بطال رحمہ اللہ کے اس قول کو نقل کیا ہے۔

(ح) امام ابن بطال رحمہ اللہ کے قول سے ان لوگوں کی تردید بھی ہوتی ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس زمانے میں غلہ بطورِ کرنسی استعمال کیا جاتا تھا۔اگر اس دعویٰ کو درست مان لیا جائے تو امام ابن بطال رحمہ اللہ کا قیاس غلط ٹھہرے گا۔کیوں کہ قیاس کا معنی یہ ہے کہ فرع کو اصل پر قیاس کرنا۔اگر دینار ودرہم بھی کرنسی ہے اور غلہ کو بھی کرنسی مان لیا جائے تو دونوں اصل ٹھہرا۔اور اصل کو اصل پر قیاس نہیں کیا جاتا، بلکہ فرع کو اصل پر قیاس کیا جاتا ہے۔

یہاں تو معاملہ ہی الٹا ہو گیا۔جو شی نقدی فطرہ کے قائلین کے مطابق اصل کرنسی ہے، امام ابن بطال اور حافظ ابن حجر رحمہما اللہ کے نزدیک وہ فرع بن

گئی اور جس کا وجود نہ کے برابر تھا بلکہ آپ کے متعلق اس کا استعمال بطور کرنسی تھا ہی نہیں، وہ ان دونوں علماء کے نزدیک اصل بن گئی۔

لہذا درست بات یہی ہے کہ زمانہ نبوی میں دینار و درہم کی شکل میں کرنسی کا وجود عام تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ صدقہ فطر کے تعلق سے وارد احادیث سے یہ استدلال بالکل بے جا ہے کہ مذکورہ اجناس سے فطرہ نکالنے کا حکم اس لیے دیا کیونکہ اس زمانے میں یہی چیزیں بطور کرنسی استعمال ہوتی تھیں، کیوں کہ :

(أ) ہم نے ادلہ کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ اس زمانے میں غلہ بطور کرنسی ہر گز مستعمل نہیں تھا بلکہ دینار و درہم ہی اس زمانے کی کرنسی تھی۔

(ب) نبی اکرم ﷺ نے کثیر الاستعمال کرنسی کو چھوڑ کر اناج نکالنے کا حکم دیا جو اس امر کی واضح اور یقینی دلیل ہے کہ صدقۂ فطر میں قیمت نکالنا جائز نہیں ہے۔

ایک اعتراض اوراس کا جواب:

بعض احباب کا کہنا ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کی خرید و فروخت کیلیے اس زمانہ میں غلہ کو بطور کرنسی استعمال کیا جاتا تھا۔

جواب: آپ کی یہ بات بھی گذشتہ باتوں کی طرح قابل تسلیم نہیں ہے۔ اوراسکی وجہ یہ ہے کہ:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گوشت لانے کیلیے بھیجااور کہا کہ ایک درہم کا گوشت لے آئیں۔

وجہ استدلال: زمانہ نبوی میں ایک پوری بکری ایک دینار میں ملتی تھی، لہذااس حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ جزار کے پاس تھوڑاسا گوشت خریدنے کیلیے گئے تھے جس کی قیمت ایک درہم تھا۔اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس زمانے میں چھوٹی چھوٹی اشیاء کی خرید وفروخت میں بھی کرنسی کا ہی استعمال ہوتا تھا۔

یہاں میں ان حضرات سے ایک سوال کرتاہوں کہ اگر بالفرض آپ کی بات تسلیم بھی کرلی جائے تو بھی اس پرایک اشکال یہ ہے کہ:

اتنے صحابہ کرام کے بیچ کوئی ایک صحابی بھی ایسے نہیں تھے جن کے پاس ۷/۸ لوگوں کی فیملی ہو؟

جواب یقیناہاں میں ہو گا۔

تو بتائیں کہ اگر ۷/۸ صاع کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے تو کیا ایک یا دو درہم بھی نہیں بنے گا؟؟؟؟

جب کہ گذشتہ سطور میں حدیث کے حوالہ سے یہ واضح کیا گیا کہ تھوڑا سا گوشت ایک درہم میں ملا کرتا تھا۔ پھر ۷/۸ صاع کا ایک درہم کیوں نہیں بن سکتا؟ایک آخری بات:

قیمت نکالنے کا ثبوت نہ ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل سے ہےاور نہ ہی خلفاءراشدین وصحابہ کے عمل سے ہے۔

زیادہ سے زیادہ بعض صحابہ اشیاء کی تقویم ثابت ہے مگر اس کے باوجود انہوں نے قیمت نہیں بلکہ غلہ ہی نکالا۔

لہذا اس فرق کو سمجھیں کہ تقویم الگ شے ہے اور قیمت نکالنا الگ شیء۔ تقویم سے یہ ہر گز لازم نہیں آتا کہ ان بعض صحابہ نے قیمت نکالی ہے۔ بلکہ خود ان کے اقوال اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ انہوں نے غلہ ہی نکالا تھا۔

اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ ان کا عمل اور ان کی رائے بھی یہی تھی کہ غلہ نکالنا ہے، لہذا انہوں نے اپنی تقویم کو قیمت نکالنے کی دلیل نہیں سمجھا۔ جبکہ آپ ان کی سمجھ اور ان کی رائے کے بر خلاف اسے قیمت نکالنے کیلیے ایک بڑی دلیل سمجھ رہے ہیں۔

عمر رضی اللہ عنہ سے صدقہ فطر میں نقد کی ادائیگی: ایک شبہ کا جائزہ

امام ابو عبید رحمہ اللہ کی "کتاب الاموال" کے حوالے سے ایک روایت ذکر کی گئی ہے، جس کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ فطر میں دراہم ادا کرنے کی اجازت دی تھی۔ ذیل میں وہ روایت مع جواب تحریر ہے۔

روایت ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ عَبْدِ الْخَالِقِ بْنِ سَلَمَةَ الشَّيْبَانِيِّ، قَالَ: سَأَلْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ عَنِ الصَّدَقَةِ يَعْنِي صَدَقَةَ الْفِطْرِ، فَقَالَ: كَانَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعَ تَمْرٍ، أَوْ نِصْفَ صَاعِ حِنْطَةٍ، عَنْ كُلِّ رَأْسٍ، فَلَمَّا قَامَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ كَلَّمَهُ نَاسٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ، فَقَالُوا: إِنَّا نَرَى أَنْ نُؤَدِّيَ عَنْ أَرِقَّائِنَا عَشَرَةً كُلَّ سَنَةٍ، إِنْ رَأَيْتَ ذَلِكَ، قَالَ عُمَرُ: نِعْمَ مَا رَأَيْتُمْ، وَأَنَا أَرَى أَنْ أَرْزُقَهُمْ كُلَّ شَهْرٍ جَرِيبَيْنِ-[1]

---

[1] «الأموال-ابو عبید» (ص۳۱۶)، «الأموال لابن زنجویہ» (548/2)

ترجمہ: عبد الخالق بن سلمہ الشیبانی فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے صدقہ یعنی صدقہ فطر کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہر فرد کی جانب سے ایک صاع کھجور یا نصف صاع گندم ادا کرتے تھے، پھر جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا تو مہاجرین میں سے کچھ لوگوں نے آپ سے گفتگو کی اور کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہر سال اپنے غلاموں کی طرف سے دس درہم ادا کریں، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، جیسا آپ مناسب سمجھیں، میں بھی یہ چاہتا ہوں کہ ہر ماہ انہیں دو جریب (یہ ایک قسم کا پیمانہ ہے، 48 صاع کے برابر ہوتا ہے) عطا کروں۔

اثر میں وارد جملہ "إِنَّا نَرَى أَنْ نُؤَدِّيَ عَنْ أَرِقَّائِنَا عَشَرَةً كُلَّ سَنَةٍ" (ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنے غلاموں کی طرف سے دس درہم ادا کریں) سے بعض احباب نے یہ استدلال کیا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے صدقہ فطر میں ایک غلام کی جانب سے دس درہم کی ادائیگی کی اجازت دی تھی۔

قارئینِ کرام: غلاموں کی زکوۃ کے تعلق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ اثر متعدد کتابوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہے، پہلے ان آثار پر ایک نظر ڈال لیں۔

۱۔ عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ، قَالَ: جَاءَ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ إِلَى عُمَرَ، فَقَالُوا: إِنَّا قَدْ أَصَبْنَا أَمْوَالًا: خَيْلًا وَرَقِيقًا، نُحِبُّ أَنْ تَكُونَ لَنَا فِيهَا زَكَاةٌ وَطَهُورٌ. فَقَالَ: مَا فَعَلَهُ صَاحِبَايَ فَأَفْعَلَهُ. فَاسْتَشَارَ أَصْحَابَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِمْ عَلِيٌّ فَقَالَ عَلِيٌّ: «هُوَ حَسَنٌ إِنْ لَمْ تَكُنْ جِزْيَةً يُؤْخَذُونَ بِهَا بَعْدَكَ رَاتِبَةً».[1]

ترجمہ: حارثہ بن مضرب فرماتے ہیں، ملک شام سے کچھ لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں گھوڑوں اور غلام کی شکل میں بہت سارا مال حاصل ہوا ہے، اور ہماری خواہش ہے کہ ہم اس کی زکاۃ نکالیں، اور اپنے مال کی تطہیر کا سامان کریں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ عمل میرے دونوں ساتھی (نبی اکرم ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے نہیں کیا ہے کہ میں اسے کروں،

---

[1] الأموال للقاسم بن سلام (ص: ۵۶۳)۔

لہذا انہوں نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "گرچہ یہ باقاعدہ خراج نہیں، جسے آپ کے بعد بھی لوگوں سے اخذ کیا جائے، مگر یہ اچھی پیش رفت ہے"۔

۲-عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ أَهْلَ الشَّامِ، قَالُوا لِأَبِي عُبَيْدَةَ: خُذْ مِنْ خَيْلِنَا وَرَقِيقِنَا صَدَقَةً. فَأَبَى، ثُمَّ كَتَبَ إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَأَبَى، فَكَلَّمُوهُ أَيْضًا، فَأَبَى، فَكَتَبَ إِلَى عُمَرَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ عُمَرُ: «إِنْ أَحَبُّوا فَخُذْهَا مِنْهُمْ، وَارْدُدْهَا عَلَيْهِمْ، وَارْزُقْ رَقِيقَهُمْ» قَالَ: قَالَ مَالِكٌ: وَقَوْلُهُ: وَارْدُدْهَا عَلَيْهِمْ. يَعْنِي: ارْدُدْهَا عَلَى فُقَرَائِهِمْ.[1]

ترجمہ: سلیمان بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل شام نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمارے گھوڑوں اور غلاموں میں سے صدقہ قبول کریں، مگر انہوں نے لینے سے انکار کر دیا، پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بابت خط لکھا، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس سے انکار کیا، اس وفد نے دوبارہ پھر سے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے اس معاملے پر گفتگو کی، اس بار بھی آپ

---

[1] الأموال للقاسم بن سلام (ص: ۵۶۴)۔

نے انکار کر دیا، اور دوبارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط بھیج کر دریافت کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے خط کے جواب میں لکھا: "اگر وہ اپنی خواہش سے دینا چاہتے ہیں تو لے لو اور اسی شہر کے فقراء پر صرف کردو، نیز ان کے غلاموں کو کچھ عطیہ دے دو"۔

۳- إِسْمَاعِيل بن أَبِي خَالد عَنْ شُبيل بن عوف قال: أمرنا عمرُ بنُ الخَطَّاب بالصَّدَقَة فقُلْنَا: نَحْنُ نَجعل على خيولنا وأَرقَّائنا عشرةً عشرةً. فَقَالَ: أَمَّا أَنَا فَلا أَجْعلُه عَلَيْكُم. ثُمَّ أَمر لأَرقَّائنا بجريبين جريبين.[1]

ترجمہ: اسماعیل بن ابی خالد شُبیل بن عوف سے بیان کرتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا تو ہم نے کہا: ہم اپنے گھوڑوں اور غلاموں کی جانب سے دس دس درہم ادا کریں گے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو تمہارے اوپر کچھ واجب اور فرض نہیں کروں گا۔ پھر انہوں نے ان کے غلاموں کے لئے دو دو جریب دینے کا حکم دیا۔

---

[1] الطبقات الکبری ط العلمیة (۱۹۸/۶)۔

۴-عن عَزْرَةُ قَالَ : إنَّ أَهْلَ الشَّام قَالُوا لعمر رضي اللَّهُ عنْه : إنَّ أَفْضَلَ أَموالنَا الْخَيْلَ والرَّقيق ، فأَخَذَ عمر رضي اللَّهُ عنْه لكُلِ فَرس عشرةً ، ولكُلِ رأْسٍ عشرةً ، لَهُ رزقَهمْ فكَانَ يعْطيهم أَكْثَر ممَّا أَخَذَ منْهُمْ.[1]

ترجمہ: عزرہ فرماتے ہیں: اہل شام نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ہمارے بہترین مال گھوڑے اور غلام ہیں۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ہر گھوڑے پر دس درہم اور ہر غلام کے بدلے دس درہم لیا پھر انہیں عطیہ سے بھی نوازا۔

پتہ چلا کہ ان سے جو مال لیا جاتا وہ انہیں دئے گئے عطیات کے مقابلے میں قلیل ہوا کرتا تھا۔

۵-قتادة عن أنس بن مالك : أن عمر بن الخطاب كان يأخذ من الرأس عشرة ومن الفرس عشرة ، ومن البراذين خمسة – يعني رأس الرقيق وعشرة دراهم ، وخمسة دراهم.[2]

---

[1] (مسند مسدد. المطالب العالیۃ: ۹۳۹)۔

[2] (المحلی لابن حزم: ۳۲/۴)۔

قتادہ رحمہ اللہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ ہر غلام کی جانب سے دس درہم، ہر گھوڑے پر دس درہم اور براذین پر پانچ درہم لیا کرتے تھے۔

٦۔عن شبيل بن عوف وكان قد أدرك الجاهلية قال : أمر عمر بن الخطاب الناس بالصدقة ; فقال الناس : يا أمير المؤمنين ، خيل لنا ورقيق افرض علينا عشرة عشرة . فقال عمر : أما أنا فلا أفرض ذلك عليكم.[1]

شبیل بن عوف سے مروی ہے - انہوں نے زمانہ جاہلیت کو پایا تھا- فرماتے ہیں: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو زکوۃ کی ادائیگی کا حکم دیا، کچھ لوگوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! ہمارے پاس گھوڑے بھی ہیں اور غلام بھی، ان میں بھی دس دس درہم لے لیں، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جہاں تک میری بات ہے تو میں تمہارے اوپر یہ فرض نہیں کروں گا۔

---

[1] «مصنف ابن ابی شیبۃ» (٦/٢٤١ ت الشثری)

۷۔ عن زهير هو ابن معاوية - ثنا أبو إسحاق هو السبيعي — عن حارثة هو ابن مضرب — قال : {حججت مع عمر بن الخطاب فأتاه أشراف أهل الشام فقالوا : يا أمير المؤمنين ، إنا أصبنا رقيقا ودوابا فخذ من أموالنا صدقة تطهرنا وتكون لنا زكاة . فقال : هذا شيء لم يفعله اللذان كانا قبلي} . «عَنْ حَارِثَةَ بْنِ مُضَرِّبٍ: أَنَّهُ حَجَّ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَأَتَاهُ أَشْرَافُ أَهْلِ الشَّامِ، فَقَالُوا: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، إِنَّا أَصَبْنَا رَقِيقًا وَدَوَابَّ، فَخُذْ مِنْ أَمْوَالِنَا صَدَقَةً تُطَهِّرُنَا بِهَا، وَتَكُونُ لَنَا زَكَاةً، فَقَالَ: هَذَا شَيْءٌ لَمْ يَفْعَلْهُ اللَّذَانِ كَانَا مِنْ قَبْلِي، وَلَكِنِ انْتَظِرُوا حَتَّى أَسْأَلَ الْمُسْلِمِينَ-[1]

حارثہ بن مضرب کہتے ہیں: میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، ان کے پاس اشراف اہل شام تشریف لائے اور فرمایا: اے امیر المؤمنین! ہمیں غلام اور چوپائے کی شکل میں مال حاصل ہوا ہے لہذا ہمارے مال میں سے صدقہ لیں جو ہمارے لئے طہارت اور پاکیزگی کا کام کرے، یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دونوں نے مجھ سے پہلے یہ کام نہیں کیا ہے۔

---

[1] «مسند احمد» (۱/۳۴۲-۳۴۳ ط الرسالۃ)

٨- عَنِ الشَّعْبِيِّ ، قَالَ : لَمَّا كَثُرَ الرَّقِيقُ فِي أَيْدِي النَّاسِ كَلَّمُوا عُمَرَ ، فَقَالُوا : قَدْ كَثُرَ الرَّقِيقُ فِي أَيْدِينَا ، فَلَوْ أَخَذْتَ مِنْهُمْ قَالَ : فَلَمْ يَزَالُوا بِهِ حَتَّى أَخَذَ مِنْ كُلِّ رَأْسٍ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ ، وَرَزَقَهُمْ مِثْلَهَا قَالَ ابْنُ عَوْنٍ : وَأَظُنُّهُ قَدْ ذَكَرَ الْخَيْلَ.[1]

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب لوگوں کے پاس غلاموں کی کثرت ہوگئی توانہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بابت گفتگو کی اور کہا: ہمارے پاس غلاموں کی کثرت ہوگئی ہے، اگر آپ اس میں سے زکوٰۃ لے لیتے (تو بہتر ہوتا)۔ وہ لوگ برابر عمر رضی اللہ عنہ کو قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے ہر غلام کی جانب سے دس درہم اور ہر گھوڑے پر دس درہم لینا شروع کردیااور انہیں اس کے مثل عطیات بھی دئے۔

اوپر ذکر کئے گئے تمام آثار کا تعلق ایک ہی واقعہ سے ہے، آثار میں وارد الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کا تعلق زکوٰۃ المال سے ہے نہ کہ صدقہ فطر سے۔

[1] (تہذیب الآثار للطبری: ۱۲۴۲)۔

اس کے ثبوت کے لئے درج ذیل نکات ملاحظہ فرمائیں:

(۱)۔اثر میں وارد لفظ "إِنَّا قَدْ أَصَبْنَا أَمْوالًا: خَيْلًا وَرَقِيقًا" (ہمیں گھوڑوں اور غلاموں کی شکل میں مال حاصل ہوا ہے)۔

صدقہ فطر روزہ رکھنے کے سبب واجب ہوتا ہے اور مال کی زکوٰۃ مال کے حاصل ہونے کے سبب۔اس جملہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جو دراہم جمع کرائے تھے،اس کا تعلق زکوٰۃ المال سے تھا۔

(۲)۔حضرت عمر رضی اللہ کا قول: "مَا فَعَلَهُ صَاحِبَايَ فَأَفْعَلَهُ". (یہ عمل میرے دونوں ساتھی (نبی اکرم ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) نے نہیں کیا ہے کہ میں اسے کروں)۔ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں: "هذا شيء لم يفعله اللذان كانا قبلي"۔(اس امر کو مجھ سے قبل دونوں نے یعنی نبی اکرم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انجام نہیں دیا ہے۔

اہل شام نے جب گھوڑوں اور غلاموں کی زکوۃ ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ جواب دیا کہ یہ عمل نبی اکرم ﷺ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں ہے، لہذا انہوں نے اس وقت زکوۃ لینے سے احتراز کیا۔

(۳)۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ آپ نے اس جملے سے صدقۃ الفطر کے بجائے زکوۃ کیوں مراد لیا ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسی روایت میں اس کی دلیل موجود ہے، چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «هُوَ حَسَنٌ إِنْ لَمْ تَكُنْ جِزْيَةً يُؤْخَذُونَ بِهَا بَعْدَكَ رَاتِبَةً». (گرچہ یہ باقاعدہ خراج نہیں، جسے آپ کے بعد بھی لوگوں سے اخذ کیا جائے، مگر یہ اچھی پیش رفت ہے)۔

اگر یہ صدقہ فطر ہوتا تو اس پر "شيء حسن" کا حکم نہیں لگایا جاتا، بلکہ اسے واجب بتایا جاتا۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول میں وارد لفظ "إِنْ لَمْ تَكُنْ جِزْيَةً" اس امر کی قوی دلیل ہے کہ اسے بطورِ صدقہ فطر نہیں لیا گیا تھا، کیوں کہ

اگر بطورِ صدقہ فطر لیا جاتا تو "بطور جزیہ" لینے کی بات ہر گز نہ کی جاتی، بلکہ علی رضی اللہ عنہ یہ کہتے کہ آپ بطورِ صدقہ فطر قبول کریں۔

(۴)۔ یہ اثر گھوڑوں اور غلاموں کی جانب سے نفلی زکوٰۃ ادا کرنے کے تعلق سے وارد ہے، چنانچہ سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب لوگوں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ ادا کرنے کی بابت گفتگو کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ زکوٰۃ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اگر یہ واجب صدقۃ الفطر ہوتا تو اسے قبول کرنے سے انکار کرنا درست نہیں تھا۔

(۵) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ان سے زکوٰۃ لینے کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا: "إِنْ أَحَبُّوا فَخُذْهَا مِنْهُمْ" (اگر وہ چاہتے ہیں تو ان سے زکوٰۃ لے لو)۔ گویا زکوٰۃ کی ادائیگی کو ان لوگوں کی مشیئت پر معلق کیا، جب کہ واجب امر کسی کی مشیئت پر معلق نہیں ہوتا۔

(٦) اسی عدم وجوب کی صراحت شبیل بن عوف رحمہ اللہ کی روایت میں آئی ہے جس کے الفاظ ہیں: "أَمَّا أَنَا فَلَا أَجعلُه علَيكُم" (میں اسے تمہارے اوپر واجب اور فرض نہیں کروں گا)۔

(۷)اہل شام نے جب زکوۃ دینے کی خواہش ظاہر کی تو خود انہوں نے یہ کہا کہ وہ اپنے مال کی زکوۃ نکالنا چاہتے ہیں، جیسا کہ اس لفظ سے واضح ہوتا ہے: "إِنَّ أَفْضَلَ أَمْوَالَنَا الْخَيْلُ وَالرَّقِيقُ" (ہمارے بہترین مال گھوڑے اور غلام ہیں)۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے ہر گھوڑے پر دس درہم اور ہر غلام پر دس درہم لیا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا تمام آثار میں اس کی صراحت موجود ہے۔

(۸) ہم سبھی یہ جانتے ہیں کہ صدقہ فطر انسانوں کی طرف سے ادا کیا جاتا ہے، جب کہ ان آثار میں غلام کے ساتھ ساتھ گھوڑوں کا بھی تذکرہ ہے اور گھوڑوں کی جانب سے دی گئی زکوۃ زکوۃ المال کے قبیل سے ہوتی ہے، لہذا یہ ناممکن امر ہے کہ اس سے مراد صدقہ فطر ہو۔

(۹) جہاں تک ابو عبید رحمہ اللہ کا قول: "يعني صدقة الفطر عن الرقيق" کی بات ہے تو یہ سائل کے سوال کی تفسیر میں بیان کیا گیا جملہ ہے، اس کا تعلق "عن أرقائنا عشرة عشرة" سے نہیں ہے۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ دیگر محققین نے "يعني صدقة الفطر" والے جملے کو سائل کے سوال کے ساتھ ہی توضیحی جملہ بنا کر ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ محقق ابو انس

سید بن رجب نے اپنی تحقیق میں ذکر کیا ہے۔[1] نیز ابن زنجویہ رحمہ اللہ نے ابو عبید رحمہ اللہ سے بیان کرتے ہوئے سائل کے سوال میں ہی اس توضیحی جملہ کا ذکر کیا ہے۔[2]

لہذا درست بات یہی ہے کہ یہ روای کے تصرفات میں سے ہے کہ اس نے ابو عبید رحمہ اللہ کے توضیحی جملہ کو بالکل آخر میں بیان کیا، جب کہ اس کا تعلق سائل کے سوال میں واقع لفظ "صدقہ" کی توضیح سے تھا۔ گویا ابو عبید رحمہ اللہ کے قول کا مطلب یہ تھا کہ "سائل نے غلاموں کی جانب سے صدقۃ الفطر کی ادائیگی کا سوال پوچھا"۔ جس کا جواب سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے یہ دیا کہ آپ ﷺ کے زمانے میں ایک صاع کھجور یا آدھا صاع گندم نکالا کرتے تھے۔ اور یہی شی وہ تھی جو غلاموں کی جانب سے ادا کی جاتی تھی۔ البتہ عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب گھوڑے اور غلاموں کی کثرت ہو گئی تو لوگوں نے اپنی خواہش ظاہر کی کہ ان کی زکوٰۃ ادا کریں، جس پر عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی موافقت کی۔

---

[1] (کتاب الاموال: ص ۳۵۹)

[2] (کتاب الأموال: حدیث نمبر: ۹۰۰)۔

(۱۰)ایک غلام کی جانب سے دس درہم کی ادائیگی خود اس امر کی دلیل ہے کہ یہ صدقہ فطر نہیں تھا بلکہ زکوٰۃ المال تھا، کیوں کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے اثر میں ایک شخص کی جانب صدقہ فطر کی جو قیمت متعین کی گئی تھی وہ نصف درہم تھی۔ لہذا یہ کیونکر ممکن ہے جس صدقہ الفطر کی قیمت حضرت عمر کے دور میں دس درہم ہو وہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے دور میں نصف درہم قرار پائے!!! نیز یہاں ایک سوال یہ بھی وارد ہوتا ہے کہ آخر دس درھم کی تعیین کس غلہ کے عوض کی گئی تھی!؟ آخر اہل شام کی خوراک مدینے سے کس قدر مختلف تھی کہ حضرت عمر کو ایک صاع کے عوض دس درہم بطور صدقہ الفطر مقرر کرنا پڑا، جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ اسی ملک شام کا قضیہ پیش کرتے ہوئے حضرت معاویہ نے نصف صاع کی رائے کی پیش کی تھی۔ پتہ نہیں کہ ان دنوں غلاموں کی خوراک کیا تھی کہ حضرت عمر ایک صاع کے عوض دس درہم صدقہ الفطر لینے کے قائل ہو گئے!!!!!

(۱۱) امام شعبی رحمہ اللہ کی روایت میں اس بات کی صراحت آئی ہے کہ لوگوں نے غلام کی زکوٰۃ دینے کا ارادہ تب کیا جب ان کے پاس غلاموں کی کثرت

ہوگئی، فرماتے ہیں: "لَمَّا كَثُرَ الرَّقِيقُ فِي أَيْدِي النَّاسِ كَلَّمُوا عُمَرَ "(جب لوگوں کے پاس غلاموں کی کثرت ہو گئی تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بابت گفتگو کی)۔ گویا اس سے قبل لوگ اس کی زکوٰۃ نہیں نکالتے تھے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یہ اثر صدقہ فطر سے متعلق نہیں ہے، کیوں کہ اگر یہ صدقہ فطر سے متعلق ہوتا تو انہیں ہر سال صدقہ ادا کرنا ہوتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بابت گفتگو کی حاجت بھی نہیں ہوتی۔

(۱۲) ایک روایت میں "كل سنة" کا لفظ بھی وارد ہے، اور یہ بات مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے کہ سالانہ طور پر نکالی جانے والی شے زکوٰۃ المال ہے، زکوٰۃ الفطر کی ادائیگی کو "كل سنة" سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ اس کا تعلق محض ماہ رمضان سے ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حدیث میں اس تعلق سے "من رمضان" کا لفظ آیا ہے نیز شروحات حدیث اور فقہ کی کتابوں میں بھی یہی الفاظ وارد ہیں۔۔۔

والله الموفق والهادي إلى سواء السبيل.

ابو اسحاق السبیعی رحمہ اللہ کے اثر میں وارد «أدركتهم» کے لفظ سے اجماع کا اثبات اور اس پر چند ملاحظات:

بعض لوگوں نے ابو اسحاق السبیعی رحمہ اللہ کے اس اثر «أَدْرَكْتُهم وهم يُعْطُونَ، فِي صَدَقَةِ رَمَضَانَ، الدَّرَاهِمَ بِقِيمَةِ الطَّعَامِ» سے یہ استدلال کیا ہے کہ صحابہ وتابعین کے زمانے میں نقد کے جواز پر اجماع ہو چکا تھا۔

اجماع کا یہ دعوی نہایت بے بنیاد اور بے دلیل ہے۔اس دعوی کے باطل ہونے کی درج ذیل وجوہات ہیں:

❖ **پہلی وجہ:** یہ اثر ضعیف ہے لہذا اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

ابو اسحاق سے اس اثر کو زہیر نے بیان کیا ہے اور زہیر کی ابو اسحاق سے بیان کی گئی روایت پر کلام ہے۔امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"زهير فيما روى عن المشايخ ثبت بخ بخ، وفي حديثه عن أبي إسحاق لين، سمع منه بأخرة".[1]

"زہیر اپنے مشائخ سے حدیثیں بیان کرنے میں نہایت پختہ اور ثقہ ہیں، البتہ ابو اسحاق سے روایت کرنے میں کمزور ہیں، انہوں نے ان سے اس وقت حدیثیں سنی ہیں جب ابو اسحاق اختلاط کا شکار ہو گئے تھے"۔

امام ابوزرعہ الرازی اور امام ابوحاتم الرازی رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ثقة إلا أنه سمع من أبي إسحاق بعد الاختلاط.[2]

"(زہیر) ثقہ ہیں، البتہ انہوں نے ابو اسحاق سے اختلاط کے بعد سنا ہے"۔[3]

---

[1] تهذيب الكمال في أسماء الرجال (٩/ ٤٢٤)

[2] تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (۹/ ۴۲۴)

[3] اس مبحث کو مزید تفصیل سے پڑھنے کے لیے اس کتاب کا مطالعہ مفید ہے: «سؤالات الترمذي للبخاري حول أحاديث في جامع الترمذي» (١/ ٢٥١)

❖ دوسری وجہ:

ابو اسحاق السبیعی نے جن صحابہ کرام کا زمانہ پایا ہے ان میں سے کسی ایک بھی صحابی سے ایک بار بھی قیمت دینا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس ان صحابہ کرام اور بعض تابعین سے اناج دینا اور اناج دینے کا حکم دینا بھی ثابت ہے۔ ذیل میں آثار صحابہ ملاحظہ فرمائیں۔

(١) عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ، أَنَّ ابْنَ قَارِظٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ إِلَى الْأَجْنَادِ فِي زَكَاةِ الْفِطْرِ: «أَنْ أَدُّوا صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ مُدَّيْنِ مِنْ قَمْحٍ، وَأَعْطُوا مِنْ أَصْفَى مَا عِنْدَكُمْ».[1]

ترجمہ: عبید اللہ بن ابی جعفر فرماتے ہیں کہ ابن قارظ نے انہیں خبر دی کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لشکر کو صدقہ فطر کی بابت خط لکھا کہ ایک صاع جَو یا ایک صاع کھجور یا نصف صاع گندم ادا کرو اور تمہارے پاس جو سب سے بہتر مال ہو اس میں سے دینا۔

---

[1] (الأموال لابن زنجویہ: حدیث نمبر: ۲۳۷۳)۔

(۲)عَنْ أَبِي قِلَابَةَ قَالَ: قَالَ عُثْمَانُ فِي صَدَقَةِ رَمَضَانَ: «عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، الْحُرِّ وَالْعَبْدِ، الذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، حَتَّى ذَكَرَ الْحَمْلَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ، أَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ».[۱]

ترجمہ: ابو قلابہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے صدقہ فطر کے بارے میں فرمایا: ”چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام اور جنین کی جانب سے ایک صاع کھجور یا نصف صاع گندم ادا کرو“۔

(۳)عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: «زَكَاةُ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ تَعُولُ، مِنْ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، أَوْ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، وَإِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا مُدَّيْنِ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ».[۲]

ترجمہ: علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”صدقہ فطر ہر اس شخص کی جانب سے ہے جس کا نفقہ تمہارے ذمہ ہے، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، آزاد ہو یا غلام حتی کہ نصرانی کی جانب سے بھی نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور نکالا جائے گا“۔

---

[۱] (الأموال لابن زنجويہ: حدیث نمبر: ۲۳۷۴)۔

[۲] (الأموال لابن زنجويہ: حدیث نمبر: ۲۳۷۵)۔

(٤)عَنِ الْأَعْرَجِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، «أَنَّهُ كَانَ يُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ يَعُولُ، مِنْ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، أَوْ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ وَإِنْ كَانَ نَصْرَانِيًّا، مُدَّيْنِ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ».[1]

ترجمہ: اعرج رحمہ اللہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ وہ ہر اس شخص کی جانب سے صدقہ فطر ادا کرتے تھے جن کا نفقہ ان کے ذمہ تھا، خواہ چھوٹا ہو یا بڑا آزاد ہو یا غلام، حتی کہ اگر نصرانی بھی آپ کے تابع ہوتا تو آپ اس کی جانب سے بھی صدقہ فطر ادا کرتے تھے۔ یا تو نصف صاع گندم دیتے تھے یا ایک صاع کھجور۔

(٥)عَنْ أَسْمَاءَ: «أَنَّهَا كَانَتْ تُخْرِجُ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَنْ كُلِّ مَنْ تَمُونُ، مِنْ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ، أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ».[2]

---

[1] (الأموال لابن زنجویہ: حدیث نمبر: ۲۳۷۶)۔

[2] (الأموال لابن زنجویہ: حدیث نمبر: ۲۳۷۸)۔

ترجمہ: اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما چھوٹے بڑے ہر اس شخص کی جانب سے صدقہ فطر ادا کیا کرتی تھیں جن کے نان ونفقہ کی ذمہ دار تھیں۔ یا تو نصف صاع گندم ادکرتیں یا ایک صاع کھجور۔

(٦)عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: «أَمَرْتُ أَهْلَ الْبَصْرَةِ حِينَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ، أَنْ يُطْعِمُوا عَنْ كُلِّ صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، حُرٍّ وَعَبْدٍ، مُدَّيْنِ مِنْ بُرٍّ».(١)

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب بصرہ کا والی تھا اس وقت میں نے انہیں حکم دیا تھا کہ ہر چھوٹے بڑے اور آزاد اور غلام کی جانب سے نصف صاع گندم ادا کریں۔

(٧)عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ قَالَ: شَهِدْتُ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَهُوَ يَقُولُ عَلَى الْمِنْبَرِ فِي صَدَقَةِ رَمَضَانَ: «مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ، وَالْحُرُّ وَالْعَبْدُ سَوَاءٌ».(٢)

(١) (الأموال لابن زنجویہ: حدیث نمبر: ٢٣٧٩)۔

(٢) (الأموال لابن زنجویہ: حدیث نمبر: ٢٣٨٠)۔

ترجمہ: عمرو بن شعیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو منبر پر صدقہ فطر کے بارے میں بیان کرتے ہوئے سنا، آپ فرمارہے تھے: ''نصف صاع گیہوں یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو ادا کریں۔ آزاد اور غلام سب اس میں برابر ہیں۔

(٨)عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ: «أَنَّهُ كَانَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْفِطْرِ أَرْسَلَ بِصَدَقَتِهِ عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْ أَهْلِهِ، بِمُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ، أَوْ صَاعٍ مِنْ تَمْرٍ، بِالَّذِي يَقُوتُ بِهِ أَهْلَهُ».[١]

ترجمہ: ہشام بن عروہ اپنے والد کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب عید الفطر کا دن ہوتا تو ہمارے والد تمام اہل خانہ کی جانب سے آدھا صاع گندم یا ایک صاع کھجور جو وہ اپنے اہل خانہ کو کھلایا کرتے تھے اس میں سے بطور صدقہ فطر ادا کیا کرتے تھے۔

[١] (الأموال لابن زنجویہ: حدیث نمبر: ٢٣٨٢)۔

(۹)عَنْ مُجَاهِدٍ فِي زَكَاةِ الْفِطْرِ قَالَ: «كُلُّ شَيْءٍ سِوَى الْحِنْطَةِ صَاعٌ، وَالْحِنْطَةُ نِصْفُ صَاعٍ».[۱]

امام مجاہد رحمہ اللہ صدقہ فطر کے بارے میں فرماتے ہیں: "گندم کے علاوہ ہر غلہ ایک صاع جبکہ گندم نصف صاع کرنا ہے"۔

(۱۰)أَبُو هَانِئٍ قَالَ: سُئِلَ عَامِرٌ عَنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ فَقَالَ: «نِصْفُ صَاعٍ مِنْ حِنْطَةٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ».[۲]

ترجمہ: ابوہانی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ عامر رحمہ اللہ سے صدقہ فطر لے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: گندم میں سے نصف صاع یا کھجور سے ایک صاع ادا کرنا ہے۔

(۱۱)عن ابن جريج عن عطاء أنه كره أن يعطي في صدقة الفطر ورقا.[۳]

[۱] (الأموال لابن زنجویہ: حدیث نمبر: ۲۳۸۱)۔
[۲] (الأموال لابن زنجویہ: حدیث نمبر: ۲۳۸۴)۔
[۳] مصنف ابن ابي شيبة: حدیث نمبر: (۱۰۳۷۲)۔

ترجمہ: ابن جریج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عطا رحمہ اللہ صدقہ فطر میں نقد دینے کو مکروہ (حرام) سمجھتے تھے۔

یہ بعض آثار صحابہ وتابعین کے تعلق سے ہیں جن میں صدقہ فطر میں اناج ادا کرنے کی خبر دی گئی ہے۔ اس سے ابو اسحاق السبیعی کے اثر کی تردید لازم آتی ہے جس کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان کے زمانے میں صدقہ فطر میں قیمت ادا کیا کرتے تھے۔ لہٰذا «أدركتهم» کے لفظ سے اجماع کی دلیل لینا درست نہیں ہے۔ کیوں کہ اجماع کے درست ہونے کے لئے لازم ہے کہ جس زمانے میں اجماع منعقد ہو رہا ہو اس زمانے کے تمام علما اس پر متفق ہو جائیں اور کسی ایک بھی مجتہد سے اختلاف ثابت نہ ہو۔ جبکہ صدقہ فطر کے مسئلے میں متعدد صحابہ کرام سے یہی ثابت ہے کہ وہ خود بھی صدقہ فطر میں غلہ نکالتے تھے اور عوام الناس کو بھی غلہ نکالنے کا حکم دیا کرتے تھے، نیز قیمت دینے کے تعلق سے ایک بھی صحابی سے جواز کا فتوی یا عمل ثابت نہیں ہے۔

دوسری اہم بات یہ ہے کہ اجماع کے لئے دلیل کا پایا جانا شرط ہے۔ بلا دلیل اجماع منعقد نہیں ہو سکتا۔ بلا دلیل اجماع کے انعقاد کا قول اہل بدعت کا ہے۔

قیمت کے قائلین ذرا بتائیں کہ ان کے مزعومہ اجماع کی دلیل قرآن کی کون سی آیت ہے یا کون سی حدیث ہے؟

بلکہ یہاں تو اجماع کی مخالفت میں متعدد دلائل وارد ہیں۔ اور نص کی مخالفت میں اجماع قائم ہو جانا محال اور ناممکن امر ہے۔

بعض لوگ ان آثار میں وارد ((نصف صاع گندم)) کے معاملے کو لے کر خوش ہو رہے ہیں کہ اس سے فطرہ میں اناج کی ادائیگی کے قائلین پر رد ہوتا ہے، کیوں کہ گندم سے نصف صاع اس کی قیمت کا اعتبار کر کے ادا کیا گیا۔

حیرت کی بات ہے کہ انہیں یہ نظر نہیں آرہا ہے کہ ان تمام آثار سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صدقہ فطر کی ادائیگی قیمت میں نہیں کی گئی بلکہ صرف اناج کی صورت میں کی گئی۔ یعنی عبادت کی ادائیگی اسی طریقہ پر کی گئی جس طریقے پر ادا کرنے کا حکم نبی اکرم ﷺ نے دیا تھا۔ حالانکہ یہ بھی ممکن تھا کہ جس طرح ان صحابہ کرام نے قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے نصف صاع ادا کیا اسی طرح سے وہ قیمت کا اعتبار کرتے ہوئے صرف قیمت بھی ادا کر سکتے تھے اور یہی زیادہ بہتر بھی ہوتا

(اگر قیمت ادا کرنا جائز ہوتا)۔ کیوں کہ ایسا کرنے سے ایک صاع کو آدھا صاع میں تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

لیکن آپ تمام آثار کو اچھے سے پڑھ لیں۔ عبادت کی ادائیگی صرف اناج اور غلہ کی صورت میں ہی کی گئی ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام فطرہ میں صرف اناج دینے پر متفق تھے اور یہ ان کے درمیان اجماعی مسئلہ تھا۔

ایک وضاحت: گندم کی مقدار صحیح احادیث کی رو سے ایک صاع ہے، نصف صاع کا ذکر صحیح احادیث میں موجود نہیں ہے۔

میرا ان آثار سے استدلال صرف اس قدر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے صدقہ فطر غلہ کی صورت میں ہی ادا کیا ہے۔

یہاں ایک دوسری بات یہ بھی یاد رہے کہ کسی مسئلے میں اگر قول صحابی حدیث صحیح کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کیا جائے گا نہ کہ قول صحابی پر، خصوصاً اس صورت میں جب کہ خود صحابہ کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف پایا جاتا ہو۔

ایسی صورت میں قرآن وحدیث ہی ہمارے لئے حجت ہوگا، قول صحابی کو ترک کرنا واجب ہوگا۔

❖ تیسری وجہ:

صدقہ فطر میں قیمت نکالنے کے مسئلے میں اجماع کا دعویٰ غلط ہونے کی ایک دلیل امام مالک رحمہ اللہ یہ فتویٰ بھی ہے۔پہلے فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

عَنْ مَالك وَسُئِل عَنِ الرَّجُلِ يَكُونُ فِي مَوْضِعٍ لَيْس فيه طَعَامٌ، أَيُخْرِجُ زَكَاةَ الْفِطْرَ دَرَاهِم؟ قَالَ: لَا وَاللَّه، ثُمَّ قَالَ: وَيَكُونُ أَحَدٌ بِمَوْضِعٍ لَيْس فيه طَعَامٌ، فَأَيُّ شَيْءٍ يَأْكُلُ؟ فَقِيلَ: إِنَّه يُقِيمُ فِي ذَلِكَ الْمَكَانَ الشَّهر وَالشَّهرينِ، قَالَ: إِذَا رَجَعَ أَخْرَجَ ذَلِكَ طَعَامًا، وَلَا يُعْطِي غَيْرَ الطَّعَامِ.

(الأموال لابن زنجويه،اثر نمبر:2456).

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کوئی شخص ایسی جگہ رہائش پذیر ہے جہاں اناج نہیں پایا جاتا کیا وہ صدقہ فطر میں درہم (قیمت) ادا کرے گا؟امام مالک رحمہ اللہ نے جواب دیا: ہر گز نہیں۔ پھر امام صاحب نے فرمایا: اگر کوئی شخص ایسی جگہ رہ رہا ہے جہاں اناج نہیں پایا جاتا ہے تو کھاتا کیا ہے؟ سائل

نے جواب دیا کہ وہ اس مقام پر ایک یا دو ماہ قیام کرے گا۔ امام مالہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جب واپس لوٹے گا تب اناج سے صدقہ فطر ادا کرے گا، اناج کے علاوہ کوئی دوسری شے نہیں دے گا۔

امام صاحب کا فتویٰ دیکھیں اور اجماع کا دعویٰ دیکھیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تابعین کے زمانے میں جس مسئلہ پر اجماع ہو چکا ہو اس سے امام مالک رحمہ اللہ اختلاف کریں؟

کیا یہ امام صاحب پر الزام نہیں ہے کہ انہوں نے اجماع کی مخالفت کی ہے؟

امام مالک رحمہ اللہ کا یہ فتویٰ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قیمت کی ادائیگی کے جواز پر کبھی اجماع ہوا ہی نہیں تھا۔

اجماع کے اس دعوی کے بے بنیاد اور منگھڑت ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ائمہ اربعہ میں سے امام شافعی اور امام احمد رحمہا اللہ بھی قیمت کے عدم جواز کے قائل ہیں۔ اب تو مسئلہ اور بھی سنگین ہو گیا۔ اجماع کے اس دعویٰ نے

ائمہ ثلاثہ کو اجماع کا مخالف ٹھہرادیا۔ گویا تینوں ائمہ نے اجماعی مسئلہ کو ٹھکرادیا ہے۔اعوذ باللہ۔

❖ چوتھی وجہ:

اس اجماع کے دعویٰ کے بطلان کی تیسری وجہ یہ ہے کہ تراویح کے مسئلے میں 20 رکعت کی تائید میں امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کا اثر بعینہ اسی لفظ کے ساتھ وارد ہوا ہے۔اثر کے الفاظ یہ ہیں:

عَنْ عَطَاءٍ، قَالَ: «أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّونَ ثَلَاثًا وَعِشْرِينَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ». (مصنف ابن أبي شيبة: **حديث نمبر**:7688)۔

ترجمہ: عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو پایا کہ وہ 23 رکعت مع وتر نماز ادا کیا کرتے تھے۔

کیا صدقہ فطر میں قیمت کے جواز کے قائلین اس اثر سے 20 رکعت تراویح کے اجماع پر دلیل لیں گے؟

حقیقت یہ ہے کہ «أدركت الناس» کے لفظ سے سلف اجماع مراد نہیں لیتے تھے، ورنہ متعدد مسائل ایسے ہیں جنہیں تابعین نے اس لفظ کے ذریعہ بیان کیا ہے مگر اس کے باوجود مسئلہ اختلافی ٹھہرا ہے۔

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے صدقہ فطر میں منقول آثار کا درست مفہوم

نقدی فطرہ کے قائلین کے نزدیک عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔اسی قول کو بنیاد بناکر انہوں نے نقدی فطرہ کے جواز کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر انہوں نے فطرہ کے مسئلے میں ان کے تمام اقوال پر گفتگو کرنے کے بجائے صرف نوعیت کے اثر کو زیر بحث رکھااور اس میں سے اس اثر کو بنیاد بنایا جو اس باب میں سب سے مختصر تھا۔اس تحریر میں آپ کے سامنے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے ان تمام اقوال کو پیش کیا جائے گا جو صدقہ فطر کے تعلق سے وارد ہوئے ہیں، پھر ان کے درست معنی ومفہوم کا تعین مع الدلیل کیا جائے گا۔ان شاءاللہ۔

(١) جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ قَالَ: كَتَبَ إِلَيْنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي يَوْمِ فِطْرٍ: "أَنْ أَخْرِجُوا صَاعًا بَيْنَ كُلِّ اثْنَيْنِ". [1]

[1] (الأموال لابن زنجویہ: ٢٣٨٦)۔

جعفر بن برقان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے عید الفطر کے دن ہمیں یہ حکم بھیجا کہ ایک صاع (گندم) دو لوگوں کی جانب سے فطرانہ ادا کرو۔

(۲) الرَّبِيعُ بْنُ صُبَيْحٍ قَالَ: كَتَبَ إِلَيْنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي صَدَقَةِ رَمَضَانَ: «عَنِ الصَّغِيرِ، وَالْكَبِيرِ، وَالْعَبْدِ، وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ، وَالْأُنْثَى، نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ»-[1]

ترجمہ: ربیع بن صبیح بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے ہمیں صدقہ فطر کے بارے میں خط لکھا کہ ''چھوٹے، بڑے، آزاد، غلام اور مرد وعورت کی جانب سے آدھا صاع گندم یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع جَو کی ادائیگی کرے''۔

ذکر کردہ دونوں آثار میں عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے صدقہ فطر میں اناج نکالنے کا حکم دیا ہے۔ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے بطور صدقہ فطر اناج نکالنے کا حکم دینا ہی ثابت ہے۔ گندم سے انہوں نے آدھا صاع نکالنے کا حکم دیا

[1] (الأموال لابن زنجویہ: ۳/۱۲۴۸)۔

جبکہ دیگر طعام سے ایک صاع کی ادائیگی کا حکم دیا۔ یہی ان کا عمومی حکم تھا۔ بطورِ دلیل امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کا یہ اثر ملاحظہ فرمائیں:

حَفْصَةُ بِنْتُ سِيرِينَ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ سِيرِينَ «كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يُخَالِفَ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَيَكْرَهُ أَنْ يَنْقُصَ، مِنْ صَاعٍ، فَكَانَ يُخْرِجُ تَمْرًا». [1]

حفصہ بنت سیرین رحمہا اللہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد محترم اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی مخالفت کریں ساتھ ہی اس بات کو بھی ناپسند کرتے تھے کہ ایک صاع سے کم اناج نکالیں، چنانچہ وہ (ایک صاع) کھجور نکالا کرتے تھے۔

امام ابن سیرین رحمہ اللہ کے اس اثر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے صدقہ فطر اناج کی صورت میں ہی ادا کرنے کا حکم دیا تھا، البتہ انہوں نے گندم کی مقدار آدھا صاع کر دیا۔

[1] (الأموال لابن زنجویہ: اثر نمبر: ۲۳۹۴)۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے زمانے میں ایسے کئی افراد موجود تھے جنہوں نے ان کے نصف صاع والے حکم کو قبول نہیں کیا تھا۔

نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب اناج کی مقدار میں کمی کو قبول نہیں کیا تو ان کے نزدیک جنس فطرہ میں تبدیلی بدرجہ اولی مقبول نہیں ہو گی۔

قارئین کرام! آپ نے ملاحظہ کیا کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے دور میں صدقہ فطر اناج سے ہی نکالنے کا حکم دیا۔ جہاں تک درہم کی ادائیگی کا مسئلہ ہے تو وہ حکم کچھ خاص لوگوں کے لیے تھا جنہیں بیت المال سے وظیفہ ملا کرتا تھا، چنانچہ خلیفہ وقت نے ان کے مال سے نصف درہم لے کر ان کی جانب سے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔ یہ نیابت کی ایک قسم ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے من باب الوکالہ نصف درہم لیا اور ان کی جانب سے صدقہ فطر ادا کروایا۔

اس توجیہ کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱)عَنْ عَوْف قَالَ: قُرِئَ عَلَيْنَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي صَدَقَةِ رَمَضَانَ: «وَاجْعَلْ عَلَى أَهْلِ الدِّيوَانِ نِصْفَ دِرْهَمٍ مِنْ كُلِّ إِنْسَانٍ، يُؤْخَذُ مِنْ أُعْطِيَاتِهِمْ».[1]

ترجمہ: عوف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا خط پڑھ کر سنایا گیا جو صدقہ فطر کے بارے میں تھا، لکھا تھا: ''اہل دیوان (حکومت کے موظفین) میں سے ہر شخص پر نصف درہم فرض کرو، جسے ان کی تنخواہ میں سے لیا جائے گا''۔

نوٹ: اہل دیوان: ایک خاص اصطلاح ہے جس کا معنی ہے حکومت کے موظفین۔

عطیات: یہ بھی ایک خاص اصطلاح ہے جس کا معنی ہے وہ تنخواہ جو حکومت کے موظفین کو ملتی ہے۔

[1] الأموال لابن زنجویہ: ۲۴۵۳)۔

(٢)عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ كَتَبَ: يُؤْخَذُ مِنْ عَطَاءِ كُلِّ رَجُلٍ نِصْفُ دِرْهَمٍ زَكَاةَ الْفِطْرِ "قَالَ يَزِيدُ: فَهُمْ حَتَّى الْآنَ يَأْخُذُونَهُمْ بِهِ.[1]

ترجمہ: یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے خط لکھا کہ ہر وہ شخص جسے حکومت سے تنخواہ ملتی ہے اس کی تنخواہ میں سے آدھا درہم صدقہ فطر میں لیا جائے گا۔ یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اب تک حکومت کے موظفین سے یہ وصول کیا جاتا ہے۔

غور فرمائیں! عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے تمام لوگوں سے نصف درہم لینے کا حکم نہیں دیا تھا، بلکہ صرف ان لوگوں کے مال سے نصف درہم نکالنے کا حکم دیا جو حکومت کے موظفین تھے، جس کی دلیل ان کا یہ قول ہے: «واجعل علَى أَهْلِ الدِّيوَانِ» (اہل دیوان سے نصف درہم لو)۔ لہٰذا یہ حکم تمام مسلمانوں کے لئے نہیں تھا بلکہ ایک خاص جماعت کے لئے تھا۔ اور یہ وکالت کی ہی صورت بن سکتی ہے جہاں خلیفہ وقت اپنے نائب کو حکم دے رہے ہیں کہ موظفین کو دی جانے

[1] (الأموال لابن زنجویہ: ۲۴۵۱)۔

والی تنخواہ سے ہی صدقہ فطر کی قیمت نکال لو۔ کیوں کہ اگر نیابت نہیں ہوتی تو کسی کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا جائز نہیں ہوتا۔

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ ان موظفین کی تنخواہ سے نصف صاع لینے کے بعد اسے فقرا تک کس صورت میں پہنچاتے تھے اس تعلق سے اثر خاموش ہے۔ نہ اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ انہوں نے اس رقم سے خوراک خرید کر فقرا میں تقسیم کیا اور نہ اس کی کوئی دلیل ملتی ہے کہ فقرا میں دراہم تقسیم کئے۔ لہذا ایسی صورت میں ہم ثابت شدہ اصل کی طرف لوٹیں گے اور وہ ہے غلہ کی صورت میں صدقہ فطر ادا کرنا۔ یہی حکم نبوی بھی ہے، اسی پر صحابہ کرام کا اجماعی عمل بھی ہے اور عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے بھی صدقہ فطر میں غلہ نکالنے کا حکم دینا ثابت بھی ہے۔

خلاصہ کلام:

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے صدقہ فطر میں دو طرح کے اقوال منقول ہیں جن کے مخاطبین دو مختلف اقسام کے لوگ ہیں۔ اول الذکر آثار اے مراد عمومی مسلمان ہیں جنہیں انہوں نے صدقہ فطر میں غلہ نکالنے کا حکم دیا۔

ثانی الذکر آثار میں ایک مخصوص طبقہ جو حکومت کے موظفین تھے ان کا صدقہ فطر انہیں دی جانے والی تنخواہ سے لینے کا حکم دیا۔

امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے بھی اپنی مصنف میں دونوں قسم کے اثر کو ذکر کیا، پہلا جو قدرے تفصیلی ہے جبکہ دوسرے میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ دونوں آثار ملاحظہ فرمائیں:

(١) عَنِ ابْنِ عَوْنٍ ، قَالَ : سَمِعْتُ كِتَابَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ يُقْرَأُ إِلَى عَدِيٍّ بِالْبَصْرَةِ يُؤْخَذُ مِنْ أَهْلِ الدِّيوَانِ مِنْ أَعْطِيَّاتِهِمْ ، عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ نِصْفُ دِرْهَمٍ.[1]

ترجمہ: ابن عون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی جانب سے عدی بن ارطاۃ کو لکھا ہوا خط سنا جس کا مضمون یہ تھا کہ اہل دیوان میں سے ہر شخص سے ان کی تنخواہ میں سے نصف درہم لیا جائے۔

[1] (المصنف لابن إبي شيبة: حديث نمبر: ١٠١٩٥)۔

(۲)عَنْ قُرَّةَ ، قَالَ : جَاءَنَا كِتَابُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ نِصْفُ صَاعٍ عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ أَوْ قِيمَتُهُ نِصْفُ دِرْهَمٍ.[1]

ترجمہ: قرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا خط آیا جس میں ہر شخص کی جانب سے نصف صاع یا اس کی قیمت نصف درہم بطور صدقہ فطر لینے کا حکم تھا۔

اس اثر میں در اصل اوپر ذکر کئے گئے تفصیلی آثار کے مندرجات کو بالاختصار بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس میں نصف صاع کی بات عمومی مسلمانوں کے تعلق سے ہے جب کہ نصف درہم کی بات حکومتی موظفین کے بارے میں ہے۔ یہی اس اثر کا درست مفہوم بھی ہے جیسا امام ابن سیرین رحمہ اللہ کے قول میں اس کا بیان گزرا۔

[1] (المصنف لابن إبي شيبة: حديث نمبر: ۱۰۱۹۶)۔

فہرست

صدقۃ الفطر کے بعض مسائل ۳
صدقۃ الفطر کب نکالا جائے؟ ۴
فطرہ کی مقدار۔ ۸
فطرہ کے حقدار: ۸
کیا فطرہ نقدی طور پر ادا کیا جاسکتا ہے؟ ۱۲
نقدی فطرہ کے قائلین کے دلائل کا جائزہ ۲۱
فطرہ شبہات کے گھیرے میں ۳۶
صدقہ فطر میں قیمت کا جواز: چند شبہات کا ازالہ ۴۲
ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب قول کی حقیقت: ۴۴
دوسرے قول کے بعض دلائل کا جائزہ: ۴۷
کیا زمانہ نبوی میں کرنسی کا استعمال رائج نہیں تھا؟ ۵۴

عمر رضی اللہ عنہ سے صدقہ فطر میں نقد کی ادائیگی: ایک شبہ کا جائزہ ٦٨

ابو اسحاق السبیعی رحمہ اللہ کے اثر میں وارد « أدركتهم » کے لفظ سے اجماع کا اثبات

اور اس پر چند ملاحظات: ٨۴

عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے صدقہ فطر میں منقول آثار کا درست مفہوم ٩٩

فہرست ١٠٩